جملہ حقوق بحق

نام : رضا علی خان

تخلص : رضاؔ لکھنوی

پتہ : شیش محل مین بلڈنگ لکھنؤ Mob. 9336920071

کمپوزنگ : صہباؔ جرولی حسین کمپیوٹر پوائنٹ حسین آباد لکھنؤ

Mob. 9305740421

مطبع : نکڑ پرنٹنگ اینڈ بائنڈنگ سینٹر شریف منزل حسین آباد لکھنو

ہدیہ : (۷۰) ستّر روپئے

ناشر : رضا علی خاں رضاؔ لکھنوی

سنہ : ۲۰۰۷ء

ملنے کے پتے

۱۔ عباس بک ایجنسی رستم نگر، درگاہ حضرت عباس لکھنؤ

۲۔ نظامی بک ڈپو نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

۳۔ اقبال بک سینٹر مفتی گنج لکھنؤ

۴۔ حیدری کتب خانہ نزد مغل مسجد ممبئی

۵۔ اثناء عشری کتب خانہ تحسین کی مسجد چوک لکھنو

۶۔ شاندار بک ڈپو، نہرو کراس، رکاب گنج لکھنؤ

فہرست

۳۰ صدا دیتی تھی یہ صغرا مرے بابا چلے آؤ

۳۱ یہ زینب کے لبوں پر دم بہ دم فریاد آتی ہے

۳۲ المدد یا علی میرے مولا

۳۳ کہتی تھی رو کے زینب دلگیر کربلا

۳۴ بین یہ زینب کا تھا شامِ غریباں بتا

۳۵ مسلمانوں کی بستی میں

۳۶ چلو گھر سکینہ چلو گھر سکینہ

۳۷ مددگار کوئی ہمارا نہیں ہے

۳۸ دم گُھٹا جاتا ہے میرا قید میں

۳۹ ہے اندھیرا ابھی نظر کے سامنے

۴۰ سُن لو دُکھیا کی داستاں صغرا

۴۱ اے میرے بھیّا الوداع

۴۲ آجاؤ مرے غازی

۴۳ یوں تھی امّت کی میہماں زینبؑ

۴۴ قید سے کب رہائی ملے گی

۴۵ سکینہ کہتی تھی رو کر مدد کرو بابا

۴۶ رو رو کے سکینہ نے کہا آپ کہاں ہیں

۴۷ جینا علی سے سیکھ لو مرنا حسینؑ سے

۴۸ کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرت شبیرؑ ہے

۴۹ عمّو مدد کو آیئے کوئی نہیں رہا

۵۰ ہائے اصغر مرے ہائے اصغر

۵۱ سکینہ کہتی تھی رو کر مرے عمّو اگر ہوتے

۵۲ تھی سکینہ کی صدا مجھ کو بچا لو عمو

۵۳ یہ فضہ کہتی تھی رو کر یہ ظلم کیسا ہے

۵۴ یہ بولی بانوئے مضطر بہت ستاتا ہے

۵۵ مظالم سے ہمیں آ کر بچاؤ

۵۶ ہائے نانا پیمبر دُہائی

۵۷ نہ رونا سکینہ نہ رونا سکینہ

۵۸ جواب خط کا یہ شبیر نے دیا صغرا

۵۹ چلے آؤ اب تو سکینہ پکارے

۶۰ یہ بولے شہنشاہِ اُمم خیمے جلیں گے

۶۱ کہا رباب نے کیوں ظلم ہے رواں ہر سو

۶۲ قاسمؑ آنکھیں کھولو تو

۶۳ کہا رباب نے رو کر وطن چلو بیٹی

۶۴ زینب بلا رہی ہیں اتنا اسے بتا دو

۶۵ میں کب مدینے جاؤ گی

انتساب

نواب بدر جہاں بیگم صاحبہ بدرؔ مرحومہ

کے نام

جن کی شفقتوں کا لمس زندگی بھر مجھے یاد رہے گا

اور جن کے سبب میں نوحہ گوئی کی طرف مائل ہوا

رضا علی خان رضاؔ لکھنوی

پیش لفظ

خاکسار کی پیدائش ۱۹؍جولائی ۱۹۵۹ء کو شیش محل لکھنؤ کے مشہور خانوادے میں ہوئی ۔میرے والد محترم نواب زادہ جناب عابد علی خاں عرف دارا نواب صاحب (مرحوم) کا شمار شہر کی مشہور شخصیتوں میں ہوتا تھا۔ دادا مرحوم نواب کاظم علی خاں نثری دنیا میں انفرادی حیثیت رکھتے تھے میری والدہ مرحومہ نواب ملکہ فلک جہاں بیگم لکھنؤ کے مشہور خانوادے نواب آغا میر کے خاندان سے اور میرے والد لکھنؤ کے مشہور و معروف ادبی شخصیت حکیم مہدی علی خاں کے خاندان سے تھے۔ میری پرورش میری نانی نواب بدر جہاں بیگم مرحومہ (آغا میر کی ڈیوڑھی) کے زیرِ سایہ ہوئی۔ جنھیں اہلبیت اطہار کے علاوہ رثائی ادب سے خاص ربط حاصل تھا۔ میری نانی کے تصنیف کردہ نوحے آج بھی خواتین میں کافی پسند کیے جاتے ہیں۔

دبستان لکھنؤ کے مشہور و معروف معتبر استاد شاعر محترم جناب انور نواب انورؔ لکھنوی میرے چچا زاد بھائی بھی تھے اور اُستاد بھی تھے جو مجھ سے بے حد محبت و شفقت فرماتے تھے۔ میری ابتدائی تعلیم مفتی گنج ہائی اسکول اور حسین آباد انٹر کالج سے آٹھواں

پاس کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے والدین کے حکم کے مطابق علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں داخل ہو کر بی ۔ کام فرسٹ ایر تک تعلیم حاصل کی ۔ اسی دوران والدین نے لکھنؤ بلا کر میرا عقد جناب انور نواب انورؔ لکھنوی کی دختر نیک اختر سے کر دیا۔

انور نواب انورؔ جن کی شخصیت رہ روانِ جادۂ شعر و ادب کے لئے کسی تعارف کی محتاج نہیں ۔ یوں تو موصوف کا بیشتر کلام ادبی حلقوں میں مشہور ہے اُستاد محترم کے سلام کے چند اشعار ناظرین کی نذر ہیں۔

طاق پر آج اُٹھا کر مرا ہر غم رکھ دو
میرے گھر بھر میں جہاں چاہو محرم رکھ دو
لوگ گزریں تو خریدیں غمِ شہؑ کے موتی
سرِ بازار مرے دیدۂ پُرنم رکھ دو
اشکِ ماتم سے نکل جائے مرے دل کی بھڑاس
چشمِ بینا میں مری فکرِ مجسم رکھ دو
دل کی دھڑکن کے لئے ذہن کی سُرعت کے لئے
میرے اعصاب میں شبیرؑ کا ماتم رکھ دو

الحمدللہ میں نے اپنا پہلا نوحہ (بولیں یہ سکینہ عمّو چلے آؤ) ۱۹۷۸ء میں کہا تب سے اب تک کے رثائی سفر کا نتیجہ بہتّر آنسوؤں (ہندی ایڈیشن) کے بعد (اردو ایڈیشن) ''اشکِ عزا'' کی صورت میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس مجموعے میں واقعۂ کربلا کے تقریباً ہر کردار کے متعلق نوحے موجود ہیں جو ماتم دارانِ امامِ مظلوم کے ذوق کی تکمیل

کے ساتھ ساتھ میری اور میرے مرحوم والدین کی نجات کا ذریعہ ہیں۔

زیرِ نظر مجموعہ ''اشکِ عزا'' سے متعلق قارئین حضرات کے نیک مشوروں کا بے صبری سے انتظار رہے گا۔

خاکسار

رضا علی خاں رضاؔ لکھنوی
شیش محل مین بلڈنگ
حسین آباد لکھنؤ 933692007#

تعارف

رضا علی خاں رضاؔ لکھنوی کے والد نواب عابد علی خاں بہادر المعروف دارا نواب صاحب مرحوم و مغفور رئیس ابنِ رئیس آف شیش محل جن کی دینی و سماجی خدمات سے لکھنؤ کا بچہ بچہ واقف ہے رضا کے جدّ امجد نواب کاظم علی خاں بہادر مرحوم بارایٹ لا آف لندن کا علمی اور شاعرانہ ذوق و شوق کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ آپ کی تصنیف کردہ مولائے کائنات کی سوانح عمری ''اسمِ اعظم'' آج بھی موجود ہے ان کا سلسلۂ نسب منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خاں اور ننھیالی سلسلہ نواب منوّر الدولہ امجد علی خاں بہادر سے ملتا ہے۔

رضاؔ لکھنوی کی دادی نواب افسر جہاں بیگم متخلص بہ افسرؔ نانی نواب بدر جہاں بیگم ''بدر'' □ خالہ نواب نور جہاں بیگم ان کی والدہ نواب قمر جہاں بیگم قمرؔ (خاقان منزل) بھی شاعرہ تھیں جن کا نمونۂ کلام پیشِ خدمت ہے۔

زینبؑ نے کہا رو کر ہر شب کو صدا دوں گی

لوٹیں گے نہ گر بابا جاں اپنی گنواں دوں گی

زندہ ہے اندھیرا ہے اور اک ننھی سی جاں ہے

مچلی ہے وہ اِس پر کہ مرا باپ کہاں ہے

یہ جبرئیل کی آئی صدا شہید ہوئے

خدا کے گھر میں ولیِ خدا شہید ہوئے

بہن سے کہتے تھے سرورؑ ابھی اِک رات باقی ہے

کٹے گا کل ہمارا سر ابھی اِک رات باقی ہے

رضاؔ کے حقیقی خالو جناب جمشید آغا صاحب صادقؔ لکھنوی کا نمونۂ کلام

سجدۂ آنکہ شاہِ زماں کردئی

زرّۂ دشت را ضوفشاں کردئی

رضا لکھوی کے نانا کے بھائی جناب سیّد نواب علی خاں صاحب کا تصنیف کردہ مرثیہ کا مجموعہ ''سلکِ گوہر'' جو کہ ۱۹۳۹ء میں شائع ہو چکا ہے۔

رضا کی پرورش جس شاعرانہ ماحول اور جذبۂ حسینی سے سرشار بزرگوں کی سرپرستی و آغوش میں ہوئی ان کا مداحِ اہلبیت ہونا فطری عمل ہے۔ رضا علی خاں رضاؔ لکھنوی کے بزرگوں کے وقت سے راقم السطور کے بزرگوں سے تعلقات بدستور چلے آ رہے ہیں۔ ننھیال اور ددھیال سے گہرا تعلق رہا ہے۔ تعلقات اس نوعیت کے تھے کہ جنھوں نے رشتہ داری کو بھی مات دے دی۔ ہم رضاؔ کے شاعرانہ جذبہ بالخصوص نوحہ سرائی کی دل سے قدر کرتے ہیں۔ رضا کے نوحوں کا ایک مجموعہ ''بہتّر آنسو'' شائع ہو کر قبول عام ہو چکا

ہے زیرِ نظر مجموعۂ کلام ''اشکِ عزا'' انکی دوسری کاوش ہے۔نوحوں میں جو خوبیاں ہونا چاہیے وہ انکے کلام میں موجود ہیں۔زبان کی سادگی وصفائی اور سلاست کے ساتھ ساتھ اظہارِ جذبات میں حُسن ہے،خلوص ہے،صداقت ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

''احساس کی شدّت سے کچھ اشک نکلتے ہیں''

احساس کی شدت سے اور اشک سے ہی عزاداری کی وضاحت ہوتی ہے۔رضاؔ نے اپنے مخصوص درد آفریں بیان سے نوحوں کے اندر حزن وملال،سوز وگداز،رنج وغم کو اس کامیابی سے بھر دیا ہے کہ دل پڑھتے ہی متاثر ہوتا ہے۔ہماری دعا ہے کہ خداوند عالم ان کے اس مجموعے کو خصوصیت کے ساتھ مقبولیت عطا فرمائے۔اور آئندہ نوحوں کا مجموعہ بارگاہِ حسینیت میں ہمیشہ پیش کرنے کا شرف حاصل کرتے رہیں۔

سیّد عمار رضوی

بزازہ قدیم نخاس لکھنؤ

علی شہید ہوئے

زباں زباں پہ ہے نوحا علیؑ شہید ہوئے
ہرایک آنکھ ہے دریا علیؑ شہید ہوئے

نبیؐ کے بعد یہ نفسِ نبی کی رُخصت ہے
ہے سوگوار مدینا علیؑ شہید ہوئے

لگائی سجدے میں ضربت جو ابن ملجم نے
لرز کے رہ گیا کعبا علیؑ شہید ہوئے

یہ کیسا ظلم کیا تونے ضربت قاتل
لہو لہو ہے مُصلا علیؑ شہید ہوئے

حسنؑ حسینؑ پہ ٹوٹا مصیبتوں کا پہاڑ
اُٹھا رہے ہیں جنازا علیؑ شہید ہوئے

پچھاڑیں کھاتیں ہیں گھر بھر میں زینبؑ وکلثوم
اُٹھا ہے باپ کا سایا علیؑ شہید ہوئے

خدا کے بعد سہارا تھا جس سے وہ نہ رہا
ہے جبرئیل کو صدما علیؑ شہید ہوئے

لپٹ کے ماں سے یہ عباسؑ نے کہا روکر
غضب ہوا مرے بابا علیؑ شہید ہوئے

نمازیوں کی ہیں آنکھوں میں خون کے آنسو
اُداس اُداس ہے سجدا علیؑ شہید ہوئے

ہیں آج حور و ملک کی سیاہ پوشاکیں
ہے کائنات کو صدما علیؑ شہید ہوئے

چراغِ حق کو بجھایا ہوائے باطل نے
ہے مسجدوں میں اندھیرا علیؑ شہید ہوئے

جبیں سے خون جو ٹپکا تو رو دیا سجدہ
تڑپ کے بولا یہ قبلا علیؑ شہید ہوئے

رضاؔ جو لکھ چکے نوحہ تو یہ قلم نے کہا
حَسنؑ کو دیجئے پرُسا علیؑ شہید ہوئے

مومنوں کے لب پہ ہے آہ و بکا

مومنوں کے لب پہ ہے آہ و بکا
اشک برساؤ محرّم آ گیا
چھا گئی ہر سو مصائب کی گھٹا
اشک برساؤ محرم آ گیا

دل کے ہوں جذبات ہر پل نوحہ گر
سارا عالم ہو فقط اشکوں سے تر
ایسی گونجے وا حسینا کی صدا
اشک برساؤ محرم آ گیا

آ گئے پردیس میں چھوٹا وطن
جن کے لاشے دشت میں تھے بے کفن
اِن اَسیروں کا کرو ماتم بپا
اشک برساؤ محرم آ گیا

اپنا مولا وہ حسینؑ ابن علی
جس کے دم سے دین میں ہے روشنی
عصر عاشورہ وہ سورج ڈھل گیا
اشک برساؤ محرم آ گیا

بھول کر حالات کی یہ ابتری
اپنی آنکھیں اشکِ غم سے ہیں بھری
ہے غم شبیر ہر غم کی دوا
اشک برساؤ محرم آ گیا

سید سجادؑ تھا جس کا لقب
ساتھ اسکے یہ ہوا ہے ہے غضب
پاؤں میں بیڑی تھی رسی
میں گلا۔اشک برساؤ محرم آ گیا

کربلا سے شام جب قیدی چلے
پڑ گئے پیروں میں اُنکے آبلے
اس قدر دشوار تھا وہ راستا
اشک برساؤ محرم آ گیا

اِن پہ روتے ہیں سبھی جن و ملک
ہے زمیں غم گیں پریشاں ہے فلک
اِتنا ہے پرُسوز ذِکر کربلا
اشک برساؤ محرم آ گیا

ہو نہ مدھم آنسوؤں کی روشنی
یہ وصیّت حضرت زینبؑ کی تھی
اس وصیت کا ہے تم کو واسطا
اشک برساؤ محرم آ گیا

ہم غلامان شہِؑ ابرار ہیں
کربلا والوں کے ماتم دار ہیں
یہ زمیں شبیرؑ کاہے غم کدا
اشک برساؤ محرم آ گیا

ایسا ہو فرش عزا کا احترام
صدقۂ شبیرؑ میں لنگر ہو عام
ہر عزا خانہ ہو اک نعمت کدا
اشک برساؤ محرم آ گیا

مجلس و ماتم ہوں نوحے اور سلام
مرثیے ہوں اور ذاکر کا کلام
رات بھر جاری رہے یہ سلسلا
اشک برساؤ محرم آ گیا

مقصد شبیرؑ ہو اپنی حیا ت
ہو رواں ہر آنکھ سے نہر فرات
ہو تصور تشنگیِ شاہؑ کا
اشک برساؤ محرم آ گیا

جتنا روسکتے ہو رو لو شاہ پر
ختم ہو نہ جانے کب سفر
کیا بھروسہ زندگی کا اے رضاؔ

اشک برساؤ محرم آ گیا

بین ہے یہ فِضّہ کا یا علی و یا نبی مدد

بین ہے یہ فضّہ کا ۔یا علی و یا نبی مدد
مشکلوں میں ہے کُنبا۔ یا علی و یا نبی مدد

کوئی تو ترس کھائے۔ اس طرح نہ تڑپائے
ہے نبیؐ کا یہ کنبا ۔یا علی و یا نبی مدد

حال دل کہوں کیوں کر۔ کیا ستم ہوئے ہم پر
کوئی بھی نہیں سُنتا ۔یا علی و یا نبی مدد

جب چلے یتیموں پر، تیر و خنجر و نشتر
چھلنی ہو گیا سینا، یا علی و یا نبی مدد

آسرا کہاں پائیں ،بیبیاں کہاں جائیں
جل رہا ہے ہر خیما ،یا علی و یا نبی مدد

اشقیا ستاتے ہیں ۔ننگے سر پھراتے ہیں
کس طرح رہیں زندا ۔یا علی و یا نبی مدد

ہائے با وفا عباسؑ۔ اپنا آسرا عباسؑ
سو گیا لب دریا ۔یا علی و یا نبی مدد

ہر طرف اُداسی ہے۔ اور سکینہؑ پیاسی ہے
رُو رہی ہے وہ دکھیا ۔یا علی و یا نبی مدد

چاند سا میرا اصغرؑ ۔جس پہ تھا فدا گھر بھر
اُسکو بھی نہیں چھوڑا ۔ یا علی و یا نبی مدد

قتل ہو گئے سرورؑ۔ دردناک ہے منظر
حشر سا ہے اک برپا۔ یا علی و یا نبی مدد

بعدسبطِ پیغمبر ۔ناتواں ہیں اور لاغر
اور طویل ہے رستا۔ یا علی و یا نبی مدد

سیدہؑ کا شہزادہ ۔میری گود کا پالا
قتل ہو گیا پیاسا یا علی و یا نبی مدد

اے رضاؔ میں روتا ہوں ۔ جب بھی نوحہ لکھتا ہوں
چین پھر نہیں ملتا۔ یا علی و یا نبی مدد

الــــوداع

کہتی تھی رو رو کے زینبؑ اے بہتر الوداع

کہتی تھی رو رو کے زینبؑ اے بہتر الوداع
اَئے میرے عباسؑ و اکبرؑ اے برادر الوداع

چھ مہینے کے بھی کیا جاتے ہیں میداں میں کہیں
رو کے مادر نے کہا اے میرے اصغرؑ الوداع

لوریاں دیکر سُلاؤں گی کسے اے میرے لال
اے میری گودی کے پالے میرے دلبر الوداع

چند لمحوں کی دُلہن بھی رانڈ ہو کر رہ گئی
کون سمجھائے اسے اے اِبن شبّر الوداع

بیبیوں کی چادریں چھینی گئیں خیمے جلے
قید ہو کر جا رہے ہیں ہم کُھلے سر الوداع

تیر اصغرؑ کے لگا عباسؑ کے شانے کٹے
چل رہے ہیں سینۂ زخمی پہ نشتر الوداع

ہر طرف لاشے پڑے ہیں دل سنبھالوں کس طرح
کربلا کے دشت کے اے سرخ منظر الوداع

آج ہے شام غریباں کل شب عاشور تھی
ایک دن میں لٹ گیا میرا بھرا گھر الوداع

تجھ پہ ہو قربان زینبؑ ائے میرے بھیّا حسینؑ
آخری سجدہ کیا ہے زیر خنجر الوداع

فاطمہؑ کی گود کے پالے حسینؑ ابن علی
کربلا کی خاک ہے اب تیرا بستر الوداع

جب تلک دوران خوں ہے ہم اُٹھائیں گے علم
زندگی اپنی غم شہؑ پر نچھاور الوداع

آخری شب ہے رضاؔ دل کھول کر ماتم کرو
تعزیے رخصت ہوئے خاموش منبر الوداع

یہ بانو کی زباں پر تھا میرے بے شیر سو جاؤ

یہ بانو کی زباں پر تھا مرے بے شیر سو جاؤ
مِلے گا پھر کہاں جھولا مرے بے شیر سو جاؤ

شبِ ہجرت علی سوئے تھے شمشیروں کی چھاؤں
میں
یہاں بھی ہے وہی خطرہ مرے بے شیر سو جاؤ

بشر حیران ہیں دیکھو فرشتے بھی پریشاں ہیں
پریشاں ہے ہراک چہرا مرے بے شیر سو جاؤ

تمھیں سے آرزو اپنی تمھیں سے ہر خوشی اپنی
تمھیں سے ہے سکوں میرا مرے بے شیر سو جاؤ

صدائے العطش دن بھر تمھیں سونے نہیں دیگی
ابھی ہے شب کا سنّاٹا مرے بے شیر سو جاؤ

بندھے گی میرے ہاتھوں میں رسن جل جائیں گے خیمے
یہ جھولا بھی نہیں ہوگا مرے بے شیر سو جاؤ

اگر اب بھی نہیں سوئے تو دیکو میری آنکھوں کا

چھلک جائے گا پیمانا مرے بے شیر سو جاؤ

بجھا لو پیاس اپنی ہو سکے تو میرے اشکوں سے
ابھی پانی نہیں آیا مرے بے شیر سو جاؤ

تمھاری چاند سی صورت پہ میں قربان ہو جاؤں
یہ میرا مان لو کہنا مرے بے شیر سو جاؤ

اکیلے قبر کی دنیا میں کیسے نیند آئے گی
کوئی لوری نہیں دیگا مرے بے شیر سو جاؤ

کئی راتوں کے جاگے ہو طبیعت مضمحل ہوگی
کرو کچھ تو خیال اپنا مرے بے شیر سو جاؤ

نہ جانے کیسی تکلیفیں ہیں جو سونے نہیں دیتیں
بیاں کچھ تو کرو بیٹا مرے بے شیر سو جاؤ

تمھاری آنکھ کا آنسو میں اپنی آنکھ میں رکھ لوں
مجھے غم سونپ دو اپنا مرے بے شیر سو جاؤ

ستارے سو گئے بیٹا مگر تم کیوں نہیں سوئے
وہ دیکھو چاند بھی ڈوبا مرے بے شیر سو جاؤ

شب عاشور خیمے میں رضاؔ یہ لوریاں سن کر
صدا دینے لگا جھولا مرے بے شیر سجاؤ

میں ہوں ثانیِ زہرا کربلا سے آئی ہوں

میں ہوں ثانیِ زہرا کربلا سے آئی ہوں
گھر لُٹا کے سرورؑ کا کربلا سے آئی ہوں

حال دل مرا پوچھو اے مرے وطن والو
آؤ دو مجھے پرُسا کربلا سے آئی ہوں

میں کسی مسرّت کا منھ بھی اب نہ دیکھوں گی
یاد یہ سدا رکھنا کربلا سے آئی ہوں

جس طرف بھی جاتی ہوں اک کمی سی پاتی ہوں
دل کہیں نہیں لگتا کربلا سے آئی ہوں

مر گئے علی اکبرؑ قتل ہو گئے سرورؑ
اب نہیں کوئی اپنا کربلا سے آئی ہوں

جن سے گھر کی رونق تھی کھو گئے وہ گوہر بھی

لے کے غم کا سرمایا کربلا سے آئی ہوں

کربلا سے کوفے تک شام سے مدینے تک
ایک حشر تھا برپا کربلا سے آئی ہوں

دل کے جو تقاضے تھے سب بھلا دیئے میں نے
یاد ہے فقط اتنا کربلا سے آئی ہوں

جس نے اتنے غم دیکھے زندہ وہ رہے کیسے
مت کہو مجھے زندا کربلا سے آئی ہوں

یہ مری وصیّت ہے بس اسی میں راحت ہے
مجلسیں کرو برپا کربلا سے آئی ہوں

ائے رضاؔ مدینے کا ایک عجیب منظر تھا
نوحہ سُن کے زینبؑ کا کربلا سے آئی ہوں

سکینہؑ کی تربت پہ کہتی تھی مادر

سکینہؑ کی تربت پہ کہتی تھی مادر ۔تمھیں چھوڑ کر میں وطن کیسے جاؤں
ذرا یہ بتا دو مری پیاری دختر ۔تمھیں چھوڑ کر میں وطن کیسے جاؤں

سر شام جب تم نے دیکھے پرندے ۔خیالات آنے لگے تمکو گھر کے
مجھے یاد آتے ہیں وہ سارے منظر۔ تمھیں چھوڑ کر میں وطن کیسے جاؤں

وہ تصویر دیکھی ہے رنج والم کی۔نہیں مجھ میں طاقت کسی اورغم کی
کئی داغ پہلے سے ہیں میرے دل پر۔ تمھیں چھوڑ کر میں وطن کیسے جاؤں

اٹھا کر تمھیں میں گلے سے لگا لوں ۔کہ دنیا کی نظروں سے تمکو چھپا لوں
پہونچ پائے تم تک نہ کوئی ستمگر۔ تمھیں چھوڑ کر میں وطن کیسے جاؤں

ہمیشہ رہی تو میرے ساتھ بیٹی ۔نہ چھوڑا کبھی بھی میرا ساتھ بیٹی

بَھلا کیسے رکھوں میں سینے پہ پتّھر۔ تمھیں چھوڑ کر میں وطن کیسے جاؤں

ڈرو گی اکیلے بہت ہے اندھیرا ۔تمھیں چھوڑ کر دل لگے گا نہ میرا
قرار آئے گا کیسے تم سے بچھڑ کر ۔تمھیں چھوڑ کر میں وطن کیسے جاؤں

تمھیں چھوڑ کر مجھکو جانا پڑے گا ۔مدینہ مجھے پھر بسانا پڑے گا
عجب موڑ پر لے کے آیا مقدر ۔تمھیں چھوڑ کر میں وطن کیسے جاؤں

یہ باتیں ہیں ظاہر مری چشم نم سے ۔میں بے چین ہوں اب جدائی کے غم سے
بھڑکتے ہیں شعلے میرے دل کے اندر۔ تمھیں چھوڑ کر میں وطن کیسے جاؤ

یہی ہے ارادہ یہی جستجو ہے۔ یہی ہے تمنا یہی آرزو ہے
یہیں سو رہوں قبر اپنی بنا کر تمھیں۔ چھوڑ کر میں وطن کیسے جاؤن

گُہر کان سے چھیننا مسکرا کر۔ وہ ہنسنا لعینوں کا تمکو ستا کر
رُلاتا ہے مجھ کو بہت بنت سرورؑ۔ تمھیں چھوڑ کر میں وطن کیسے جاؤں

مصیبت جدائی کی سب سے بڑی ہے،سفر کے لئے وہ سواری کھڑی ہے
سِتم ہو رہا ہے یہ مجھ پر سرا سر۔ تمھیں چھوڑ کر میں وطن کیسے جاؤں

رضاؔ وقت رخصت کہا ایک ماں نے۔ اگر زندگی دی مجھے آسماں نے
یہ نوحہ میں پڑھتی رہوں گی برابر۔ تمھیں چھوڑ کر میں وطن کیسے جاؤں

روکے پُکارتی ہے ماں اے میرے نوجواں پسر

روکے پکارتی ہے ماں اے میرے نوجواں پسر
ڈھونڈوں تمھیں کہاں کہاں اے میرے نوجواں پسر
اُجڑے ہوئے دیار میں بیٹھی ہوں انتظار میں
~~پتھرا گئیں ہیں پُتلیاں اے میرے~~ نوجواں پسر
ہے یہی میری جستجو ہے یہی میری آرزو
میں بھی رہوں ہو تم جہاں اے میرے نوجواں پسر
ہو گئے سب اِدھر اُدھر کس کی لگی ہمیں نظر
کیسا بکھر گیا مکاں اے میرے نوجواں پسر
جب سے جدا ہوئے تھے ہم فوجوں میں گھر گئے تھے
ہم
دل پہ چلی تھیں برچھیاں اے میرے نوجواں پسر
رن میں نبیؐ کے لال کا مقتل میں سر جدا ہوا
اُٹھی سیاہ آندھیاں اے میرے نوجواں پسر
ہمکو اکیلا چھوڑ کر دل کو ہمارے توڑ کر
شکل نبیؐ ہو تم کہاں اے میرے نوجواں پسر

پیاس سے جو نڈھال تھا جس کا عجیب حال تھا
مارا گیا وہ بے زباں اے میرے نوجواں پسر
رنج و بلا کے دشت میں آہ و بکا کے دشت میں
پھرتی ہوں میں رواں دواں اے میرے نوجواں پسر
لاشیں پڑی ہیں بے کفن میرا اجڑ گیا چمن
باغ میں آ گئی خزاں اے میرے نوجواں پسر
مجھکو بلاؤ گے وہاں یا کہ خود آؤ گے یہاں
کب سے بلا رہی ہے ماں اے میرے نوجواں پسر
ظلم و ستم کے تیر ہیں اہل حرم اسیر ہیں
باندھی گئی ہیں رسیّاں اے میرے نوجواں پسر
دُرّے لگائے جاتے ہیں خیمے جلائے جاتے ہیں
چہرے ہوئے دُھواں دھواں اے میرے نوجواں
پسر
طوق گراں سنبھال کر کیسے وہ طے کرے سفر
جسکے پڑی ہوں بیڑیاں اے میرے نوجواں پسر
کیا کیا تمھیں سناؤں مین کیا کیا تمھیں بتاؤں میں
کیسی گری ہیں بجلیاں اے میرے نوجواں پسر
کیا کیا لکھا پتا نہیں قابو میں دل رضاؔ نہیں
ماں کی ہے بس یہی فغاں اے میرے نوجواں پسر

کہا رباب نے ڈھونڈوں تمھیں کہاں اصغرؑ

کہا رباب نے ڈھونڈوں تمھیں کہاں اصغرؑ
کہاں ~~ہے قبر کا بیٹا تری نشاں اصغرؑ~~

تری جدائی نے خاموش کر دیا مجھکو
رباب ہو گئی جیسے کہ بے زباں اصغرؑ

کوئی امید بر آئی نہ حسرتیں نکلیں
لُٹا لٹا ہے مرادوں کا کارواں اصغرؑ

مری تو مانگ بھی اُجڑی ہے گود بھی اُجڑی
سُنے گا کون مرے دل کی اب فغاں اصغرؑ

رچاؤں گی تری شادی بُلاؤں گی سب کو
یہ سوچتی تھی کہ جب ہوگا تو جواں اصغرؑ

کہاں سے ڈھونڈ کے لاؤں بتا کدھر جاؤں
پکار آئی تجھے میں کہاں کہاں اصغرؑ

میں کائنات کو غم میں ترے رُلا دوں گی
زمین روئے گی روئے گا آسماں اصغرؑ

میں کیا کہوں گی جو صغراؑ تُجھ کو پوچھ لیا
یہ سوچ سوچ کے روتی ہے تیری ماں اصغرؑ

ترے لہو نے مرے دل پہ لکھ دیا بیٹا
مری حیات کا حاصل ہیں سختیاں اصغر

جہاں بھی ذکر شہؑ دین کبریا ہوگا
بیان ہوگا مرا غم وہاں وہاں اصغرؑ

میں کیا کہوں کہ شب و روز تری یادوں کی
مرے وجود پہ گرتی ہیں بجلیاں اصغرؑ

مری حیات کا گلشن اُجڑ گیا بیٹا
چلیں وہ ظلم کی تاریک آندھیاں اصغرؑ

گلے سے خون تھا جاری نڈھال تھی صورت
لبوں سے تھی تری تشنہ لبی عیاں اصغرؑ

ہزار خواب سجائے تھے عُمر کے تیری
نہیں تھا موت کا تری مجھے گماں اصغرؑ

رضاؔ غم شہِؑ کرب و بلا کے صدقے میں
عطا کریں گے تجھے خُلد میں مکاں اصغرؑ

یہ بولی زینبؑ مضطر علی اکبرؑ علی اکبرؑ

یہ بولی زینبؑ مضطر علی اکبرؑ علی اکبرؑ
پھوپھی ہے تیری نوحہ گر علی اکبرؑ علی اکبرؑ

کسی تکلیف کو بیٹا پھوپھی سے کیوں چھپاتے ہو
یہ ہے کیوں ہاتھ سینے پر علی اکبر علی اکبرؑ

اِسی دن کے لئے پالا تھا کیا تجھ کو مشقت سے
بتا مجھ کو مرے دلبر علی اکبر علی اکبرؑ

تمھاری لاش پر دیکھو حرم نوحہ کناں یوں ہے
کہ جیسے ہو کوئی محشر علی اکبر علی اکبرؑ

تمنا تھی میرے دل میں تیری شادی رچاؤں گی
بساؤں گی میں ترا گھر علی اکبر علی اکبرؑ

تمھاری موت سے اب تو یقیں ہونے لگا مجھ کو

چھنے گی اب مری چادر علی اکبر علی اکبرؑ

تمناؤں کے گلشن کو جلا ڈالا لعینوں نے
نظر کے سامنے اکبر علی اکبر علی اکبرؑ

تڑپتا چھوڑ کے مجھکو سوئے جنت سدھارے ہو
سناں سینے پہ تم کھا کر علی اکبر علی اکبرؑ

مدینے میں ترا احوال کیا اُسکو بتاؤں گی
جو پوچھے گی تری خواہر علی اکبر علی اکبرؑ

میرے ماں جائے کی تشنہ لبی کا حال کہہ دینا
ملیں جب ساقیِ کوثر علی اکبر علی اکبرؑ

رضاؔ زینبؑ کے نالے آج بھی آتے ہیں صحرا سے
علی اکبر علی اکبر علی اکبر علی اکبر

کہاں ہو اے مرے بے شیر اصغراب چلے آؤ

کہاں ہو اے مرے بے شیر اصغرؑاب چلے آؤ
کہ ہے تم بن بہت بے چین مادر اب چلے آؤ

کوئی اس طرح ماں سے کیا کبھی ناراض ہوتا ہے
کوئی گھر چھوڑ کے تنہا کوئی صحرا میں سوتا ہے
مرے نازوں کے پالے میرے دلبر اب چلے آؤ

ہُمک کر گود میں ماں کی وہ چپکے سے تیرا آنا
وہ تیرا میرا آنچل میں دبکنا اور سو جانا
میں کیوں کر بھول جاؤں سارے منظر اب چلے آؤ

پریشاں ماں کو کرنے کی قسم کیوں تم نے کھائی ہے
کہ ماں سے دور کیا کوئی نئی دنیا بسائی ہے
چلے جانا مجھے اتنا بتا کر اب چلے آؤ

کہیں جانے سے پہلے تم نے اتنا کیوں نہیں سوچا

تمھارے بن جو گذرے زندگی کس کام کی بیٹا
ہے ایسی زندگی سے موت بہتر اب چلے آؤ

کسے لوری سناؤں گی کسے جھولا جھلاؤں گی
کہ مجھ سے کون روٹھے گا کہ میں کسکو مناؤں گی
یہ بے چینی ہے میرے دل کے اندر اب چلے آؤ

مری ممتا کے رکھوالے ہو میری زندگی ہو تم
تمھیں سے لو لگائی ہے کہ میری ہر خوشی ہو تم
چھپا لوں گی تمھیں سینے کے اندر اب چلے آؤ

اگر چاہو جو زندہ دیکھنا تم اپنی مادر کو
چلے آؤ ابھی فوراً کہ تم چاہے جہاں بھی ہو
بجھا دو پیاس ممتا کی تم آکر اب چلے آؤ

ملے گا کیا تمھیں مجبور ماں کو یوں ستانے سے
جو اپنے ہوں وہ آجاتے ہیں اپنوں کے بلانے سے
کھڑی ہوں کب سے میں خیمے میں در پر اب چلے آؤ

سکینہؑ پیاس کی شدت سے خود بھی تھرتھراتی ہے
مگر وہ ڈھونڈنے تمکو سوئے میدان جاتی ہے
اٹھائے ہاتھ میں پانی کے ساغر اب چلے آؤ

تمھاری یاد رہ رہ کر میرے دل کو ستاتی ہے

نہ پل بھر چین آتا ہے نہ دم بھر نیند آتی ہے
دلِ مادر کی تکلیفیں سمجھ کر اب چلے آؤ

بھٹک جانے کا خطرہ ہے دکھائی کچھ نہیں دیتا
اندھیری رات میں آنا اگر ممکن نہیں بیٹا
بچھا دوں راہ میں چشمِ منوّر اب چلے آؤ

تمھاری بھولی صورت پر تمھاری پیاری باتوں پر
تمھارے بھورے بالوں پر تمھاری نیلی آنکھوں پر
نچھاور کر رہی خود کو یہ مادر اب چلے آؤ

رضاؔ نالے تھے مادر کے سکوں اب کیسے پاؤں گی
تمھیں میں یاد کرکے عمر بھر ماتم مناؤں گی
بُلائے جاؤں گی تم کو برابر اب چلے آؤ

یہ رُو رو کے کہتی تھی شہؑ سے سکینہؑ نہیں جاؤ بابا نہیں جاؤ بابا

یہ رو رو کے کہتی تھی شہؑ سے سکینہؑ۔ نہیں جاؤ بابا نہیں جاؤ بابا
بھنور میں پھنسا ہے سفینہ ہمارا۔ نہیں جاؤ بابا نہیں جاؤ بابا

تمھاری جدائی میں سہہ نہ سکوں گی۔ میں زندہ بھی تم بن نہیں رہ سکوں گی
مری زندگی کا تمھیں ہو سہارا۔ نہیں جاؤ بابا نہیں جاؤ بابا

ستم پر ستم غم پہ غم ہو رہے ہیں۔ مسلسل سویرے سے ہم رو رہے ہیں
ابھی دل میں رنج و الم ہے سمایا۔ نہیں جاؤ بابا نہیں جاؤ بابا

کیا قتل سکو ہوا بند پانی۔ کبھی ہم نہ بھولیں گے یہ میہمانی
نہ جانے ہے دشمن کا اب کیا ارادا۔ نہیں جاؤ بابا نہیں جاؤ بابا

ذرا جلد آنا ہم اتنا کہیں گے۔ اگر دیر ہوگی تو رونے لگیں گے
مجھے دے سکے گا نہ کوئی دلاسا۔ نہیں جاؤ بابا نہیں جاؤ بابا

کلیجے میں گھٹتا ہے دم بے بسی سے۔ تمھیں کیا بتائیں کہ اب تشنگی سے

نگاہوں میں چھایا ہوا ہے اندھیرا ۔نہیں جاؤ بابا نہیں جاؤ بابا

چھِنا میری ماں سے میرا بھائی اصغر۔پھوپھی جان سے چھن گئے انکے دلبر
کہیں چھین لیں تمکو مجھ سے نہ اعدا ۔نہیں جاؤ بابا نہیں جاؤ بابا

ابھی بھائی اکبر کو میں رو چکی ہوں ۔میں عون ومحمد کو بھی کھو چکی ہوں
نہیں میرے سر پر ہے عمو کا سایا ۔نہیں جاؤ بابا نہیں جاؤ بابا

مجھے میرے بابا نہیں چھوڑ جانا ۔تمھیں تو ہے سینے پہ مجھ کو سلانا
مجھے نیند آئے گی پھر کیسے بابا ۔نہیں جاؤ بابا نہیں جاؤ بابا

نہ جانے خطا ہم سے کیا ہوگئی ہے ۔کہ نانا کی اُمّت خفا ہوگئی ہے
تمھارے لہو کا ہے ہر ایک پیاسا ۔نہیں جاؤ بابا نہیں جاؤ بابا

ستم پرستم ہم پہ ڈھائیں گے آ کر۔ ردا چھین لیں گے وہ خیمے جلا کر
لعیں پائیں گے جو ہمیں بے سہارا ۔نہیں جاؤ بابا نہیں جاؤ بابا

مرے بھائی اصغر کو واپس بلا دو۔ کہ پھر اسکی تربت میں مجھکو سلا دو
ڈریگا وہ تنہا بہن کا دلارا۔ نہیں جاؤ بابا نہیں جاؤ بابا

نہ جانے شہؑ دیں نے کیا التجا کی۔ رضؔا دل ہی دل میں سکینہ گھُٹا کی
نہ آیا زباں پر یہ جملہ دوبارا ۔نہیں جاؤ بابا نہیں جاؤ بابا

بنتِ شہؑ کا نوحہ تھا آیئے مرے عمّو

بنتِ شہؑ کا نوحا تھا آیئے مرے عمّو
مر گیا میرا بابا آیئے مرے عمّو

ہم اسیر ہوتے ہیں رنج وغم سے روتے ہیں
کوئی بھی نہیں اپنا آیئے مرے عمّو

گھر لعیں جلاتے ہیں ننگے سر پھراتے ہیں
دُشمنوں کا ہے نرغا آیئے مرے عمّو

مر گیا میرا بھائی رو رہی ہے ماں جائی
غم سہا نہیں جاتا آیئے مرے عمّو

پاس جو ہو مال و زر لوٹ لو جلا دو گھر
کہہ رہے ہیں یہ اعدا آیئے مرے عمّو

ابنِ فاتحِ خیبر چھن گئے مرے گوہر
لٹ رہا ہے اب پردا آیئے مرے عمّو

ظلم سے گلے سب کے باندھے ہیں یوں اعدا نے
گُھٹ رہا ہے دم میرا آیئے مرے عمّو

دشمنوں کے پھیرے ہیں رات کے اندھیرے ہیں
موت سا ہے سناٹا آیئے مرے عمّو

رات بھر رضاؔ پرُ غم کہہ رہی تھی یہ پیہم
آیئے مرے بابا آیئے مرے عمّو

شہؑ کا تھا ہمشیر سے نوحہ بہن رونا نہیں

شہؑ کا تھا ہمشیر سے نوحا بہن رونا نہیں
دل پہ جو گذرے وہ سہ لینا بہن رونا نہیں

شمرِ کا خنجر ہمارے حلق پر جس دم چلے
صبر کرنا ائے مری دکھیا بہن رونا نہیں

قید کرکے در بدر اعدا پھرائیں گے تمھیں
ہو دیار شام یا کوفا بہن رونا نہیں

گھر جلائے جائیں گے سر سے چھنیں گی چادریں
وقت آئے گا ابھی ایسا بہن رونا نہیں

کربلا کی آتشی ریتی پہ بے گور و کفن
دیکھنا جب تم مرا لاشا بہن رونا نہیں

بے ردا دربار میں لے جائیں گے یہ اشقیا

تم ہمارے واسطے جانا بہن رونا نہیں

گھیر کے چاروں طرف سے کربلا کے دشت میں
قتل مجھکو جب کریں اعدا بہن رونا نہیں
ظلم کے بھڑکے ہوئے شعلوں میں جلتا دیکھ کر
اصغرِ بے شیر کا جھولا بہن رونا نہیں
ائے رضاؔ زینبؑ کو اتنا کہتے ہی غش آگیا
اب نہیں کہنا مرے بھیّا بہن رونا نہیں

کہتی تھی رو کے فاطمہ صغراؑ دہائی ہے

کہتی تھی رو کے فاطمہ صغراؑ دہائی ہے
آ جایئے کہ جان پہ بابا بن آئی ہے
دیکھا ہے جب سے ماہِ محرم کے چاند کو
ہر وقت میرے دل میں اُداسی سی چھائی ہے
لینے کو آئیں گے علی اکبر مجھے ضرور
ہر روز یہ ہی سوچ کے ڈیوڑھی سجائی ہے
ہر وقت اضطراب ہے ہر وقت بے کلی
یادِ پدر نے دل پہ مصیبت سی ڈھائی ہے
چلتا تو ہوگا گھٹنیوں میرے خیال سے
میرا جو ماہتاب سا چھوٹا سا بھائی ہے
بابا نہیں ہیں آپ تو خوشبو کے واسطے

اپنے قریب آپکی مسند بچھائی ہے

بابا خدا کے واسطے اب تو بُلایئے
سنتے ہیں ہم کہ دشت میں بستی بسائی ہے
بس تم دکھائی دیتے ہو دیکھوں میں جس طرف
بابا تمھاری شکل نظر میں سمائی ہے
میرا یقین کیجئے فُرقت میں آپکی
میں نے مصیبتوں پہ مصیبت اُٹھائی ہے
دیکھا عجیب حال میں قاسمؑ کو خواب میں
سہرا بندھا ہے خون میں میت نہائی ہے۔
پھر بھائی کو بھی دشت میں دیکھا پڑے ہوئے
بہتا ہے خون چوٹ کلیجے پہ آئی ہے
بگڑی مری بنایئے مشکل کُشا علی
دنیا میں سب کی آپنے بگڑی بنائی ہے
شامل ہے اپنے خون میں سرور کا غم رضاؔ
یہ جائداد ہم نے وراثت میں پائی ہے

یہ رو کے اُمّ فروہ نے پکارا اے مرے قاسمؑ

یہ رو کے اُمّ فروا نے پکارا اے مرے قاسمؑ
پڑا ہے بے کفن لاشا تمھارا اے مرے قاسمؑ
سہارے موت نے اک ایک کر کے مجھ سے چھینے ہیں
میں ہوں اب زندگی میں بے سہارا اے مرے قاسمؑ
کبھی آنسو بہاتی ہوں کبھی میں غش میں جاتی ہوں
مجھے دے دو ذرا اُٹھ کے سہارا اے مرے قاسمؑ
بندھا ہے موت کا سہرا اجل کنگنے سے لپٹی ہے
لہو سے سرخ ہے کرتا یہ سارا اے مرے قاسم
خموشی ہے اداسی ہے عجب کبراؑ کے چہرے پر
بہت مشکل ہے اب اُسکا گزارا اے مرے قاسمؑ
ترا مانجھا تری منہدی تری چوتھی کے ارماں تھے

نہ صدقہ بھی کوئی ترا اُتارا اے مرے قاسمؑ

ہے پردہ گھپ اندھیروں کا ہے سایہ آسمانوں کا
یہ جلتی ریت ہے بستر ہمارا اے مرے قاسمؑ

نہ عزت دل میں مہماں کی نہ دل میں خوف اللہ کا
مسلماں ہو گیا دشمن ہمارا اے مرے قاسمؑ

تھی مثل حیدرؑ کرارؑ تیری جنگ میداں میں
ملک تھے ہر طرف محوِ نظارا اے مرے قاسمؑ

تجھی کو دیکھ کے جینے کی دل میں آس باقی تھی
ترے مرنے سے دل ہے پارہ پارا اے مرے قاسمؑ

رضاؔ اِک ماں کے نوحے پر فلک آنسو بہاتا ہے
سمندر ہو گیا ہے عرش سارا اے مرے قاسمؑ

سکینہؑ کا تھا یہ نوحہ مرے عمّو نہیں جاؤ

سکینہ کا تھا یہ نوحا مرے عمّو نہیں جاؤ
خدارا تم لبِ دریا مرے عمّو نہیں جاؤ

میں رونا چھوڑ دوں گی اور اب پانی نہ مانگوں گی
میرا تم مان لو کہنا مرے عمّو نہیں جاؤ

تمھاری یاد رہ رہ کر مرے عمّو ستائے گی
لٹے گا جس گھڑی پردا مرے عمّو نہیں جاؤ

بتاؤ کون آئے گا مری فریاد سُننے کو
یہاں پر کون ہے اپنا مرے عمّو نہیں جاؤ

خموشی موت کی ہر سمت ہے لگتا ہے ڈر مجھ کو
ہے دہشتناک سنّاٹا مرے عمّو نہیں جاؤ

طماچوں تازیانوں سے حرم پر ظلم ڈھائیں
گے
رلائیں گے ہمیں اعدا مرے عمّو نہیں جاؤ

تمھارے بعد خیموں کو ستمگر یوں جلائیں گے
جلے گا آگ میں جھولا مرے عمّو نہیں جاؤ

ہماری بالیاں کانوں سے چھینیں گے لعیں آ کر
لہو سے ہوگا تر کرُتا مرے عمّو نہیں جاؤ

صدائیں شب میں آتی ہیں عجب کانوں میں رہ رہ کر
بہت پر ہول ہے صحرا مرے عمّو نہیں جاؤ

مدد کے واسطے جائے گا رن میں کون بابا کی
اکیلا ہے مرا بابا مرے عمّو نہیں جاؤ

حرم کے دل کی ڈھارس ہو کے تم روح سکینہؑ ہو
تمھیں سے ہے بھرم ہے اپنا مرے عمّو نہیں
جاؤ

رُلاتا ہے مجھے ہر وقت ماتم اور مجلس میں
سکینہؑ کا رضاؔ نوحا مرے عمّو نہیں جاؤ

یہ رو کے کہتی تھی بنت حیدر نجف سے بابا مدد کو آؤ

یہ رو کے کہتی تھی بنت حیدر۔ نجف سے بابا مدد کو آؤ
ہے رن میں تنہا مرا برادر ۔نجف سے بابا مدد کو آؤ

عجیب چہرے پہ بے کلی ہے ۔جگر میں ٹوٹی ہوئی انی ہے
تڑپ رہا ہے زمیں پہ اکبر ۔نجف سے بابا مدد کو آؤ

تمام خیمے جلے ہوئے ہیں ۔یہ ننھے بچے ڈرے ہوئے ہیں
بہت ہی پر ہول ہے یہ منظر۔ نجف سے بابا مدد کو آؤ

لٹا ہے اسباب رن میں سارا ۔ہے چرخ اب سائباں ہمارا
حرم ہیں نوحہ کناں کھلے سر۔ نجف سے بابا مدد کو آؤ

بھلا رہے دل پہ کیسے قابو ۔کہ اپنا غازی کٹا کے بازو
وہ سو گیا نہر علقمہ پر ۔نجف سے بابا مدد کو آؤ

لحد بناتے ہیں بے زباں کی ۔یہ شہؑ کی منزل ہے امتحاں کی
ملے ہیں چہرے پہ خونِ اصغرؑ۔نجف سے بابا مدد کو آؤ

جو ایک شب کا بنا تھا دولہا۔ پڑا ہے ٹکڑوں میں اس کا لاشا
لگے ہیں کبرؑا کے دل پہ نشتر ۔نجف سے باب مدد کو آؤ

سنو تو فریاد اب خدارا ۔کہ جینا مشکل ہوا ہمارا
پکارتی ہوں تمھیں برابر ۔نجف سے بابا مدد کو آؤ

سکون مادر کو کیسے آئے ۔زمیں پہ اصغرؑ پڑا ہے ہائے
لبوں پہ سوکھی زباں پھرا کر۔ نجف سے بابا مدد کو آؤ

ہے زخم دل میں سفر ہے جاری ۔ یہ بیڑیاں اور یہ طوق بھاری
وہ میرا عابدؑ چلے تو کیوں کر۔ نجف سے بابامدد کو آؤ

سکینہؑ اصغرؑ کو ڈھونڈتی ہے ۔کہاں ہے بھیا یہ پوچھتی ہے
پتہ میں اس کو بتاؤں کیونکر ۔نجف سے بابا مدد کو آؤ

عطش کا حملہ ہے اب بھی جاری ۔یتیم بچوں پہ غش ہے طاری
نہ کوئی ہمدم نہ کوئی یاور ۔نجف سے بابا مدد کو آؤ

نہیں ہے اپنا کوئی سہارا ۔خیال کچھ تو کرو ہمارا
دکھاؤ مشکل کشائی آ کر ۔نجف سے بابا مدد کو آؤ

رضاؔ بہتر کے زخم کھا کر ۔ہے سر بہ سجدہ مرا برادر
لئے ہے ہاتھوں میں شمر خنجر۔ نجف سے بابا مدد کو آؤ

بنت علی کی تھی صدا عبّاسؑ تم گئے کہاں

بنت علی کی تھی صدا عبّاسؑ تم گئے کہاں
تم سے تھا اپنا آسرا عبّاسؑ تم گئے کہاں

مشک وعلم کے ساتھ ساتھ جب سے گئے سوئے فرات
بعد پھر اس کے کیا ہوا عبّاسؑ تم گئے کہاں

تمکو سکینہؑ پوچھ کر روئی بہت ہے رات بھر
اُسکو بتاؤں کیا بھلا عبّاسؑ تم گئے کہاں

جاری ہے ظلم کا سفر سخت بہت ہے یہ ڈگر
نیزے پہ سر ہے شاہ کا عبّاسؑ تم گئے کہاں

عابدِ دل حزیں ہیں اور شمرلعیں کے ظلم و جور

طوق میں اسکا ہے گلا عبّاسؑ تم گئے کہاں

اصغر شیر خوار بھی دشت میں سو گیا کہیں
تم بھی نہیں تو کیا بچا عبّاسؑ تم گئے کہاں

آہ و بکا ہے ہر طرف جور و جفا ہے ہر طرف
حشر سا ہے یہاں بپا عبّاسؑ تم گئے کہاں

تم پہ نثار زندگی تم پہ نثار ہر خوشی
تم پہ نثار دل مرا عبّاسؑ تم گئے کہاں

سوکھے گلے ہیں پیاس میں بچے کھڑے ہیں آس میں
پانی نہ ان کو مل سکا عبّاسؑ تم گئے کہاں

کیسی زمیں پہ آگئے غم کے اندھیرے چھا گئے
ہائے زمین کربلا عبّاسؑ تم گئے کہاں

کب سے بلا رہی ہوں میں آنسو بہا رہی ہوں میں
مہر بھی دیکھو ڈھل گیا عبّاس تم گئے کہاں

زینبِ دل حزیں رضاؔ روتی تھی بعد کربلا
لب پہ یہی کلام تھا عبّاس تم گئے کہاں

سکینہؑ کی تھی یہ فغاں ذوالجناح

سکینہ کی تھی یہ فغاں ذو الجناح
ہیں بابا ہمارے کہاں ذوالجناح
گئے جب سے بابا کو تم لیکے میداں
ہیں آنکھوں سے آنسو رواں ذوالجناح
اکیلا پدر کو کہاں چھوڑ آئے
کرو کچھ تو مُجھ سے بیاں ذوالجناح
مجھے اُن کے پہلو میں جاکر سلا دو
کہ سوئے ہیں بابا جہاں ذوالجناح
گیا جو بھی میداں میں پلٹا نہیں ہے

یہ کیسا سِتم ہے یہاں ذوالجناح
مرے واسطے اب اندھیرے ہیں ہر سو
ہیں غمگیں زمیں آسماں ذوالجناح

ابھی تک وہ کانو میں گونجی ہوئی ہے
جو اکبر نے دی تھی اذاں ذوالجناح
نہ ہیں پاس عمو نہ ہیں پاس اکبرؑ
نہ جھولے میں ہے بے زباں ذوالجناح
جلاتے ہیں اعدا خیام حسینی
اُٹھا پھر دلوں سے دھواں ذوالجناح
بہت تو بھی پیاسا ہے میں جانتی ہوں
ہے پانی پہ پہرا یہاں ذوالجناح
چمن سارا اُجڑا شہِ کربلا کا
یہ آئی ہے کیسی خزاں ذوالجناح
سُنا ہے کہ اکبرؑ بھی جنت سدھارے
کلیجے پہ کھا کر سناں ذوالجناح
رضاؔ کے لئے تو دُعا اتنی کر دے
ملے اُس کو راہِ جناں ذوالجناح

اے کرب و بلا اے کرب و بلا

مقتل سے اٹھی زینبؑ کی صدا ۔ اے کرب و بلا اے کرب و بلا
یہ ظلم وستم یہ جور و جفا ۔اے کرب و بلا اے کرب و بلا

پر خوف اندھیرا چھایا ہے۔ اک رنج و بلا کا سایا ہے
ہر سمت جفا کا ہے ڈیرا ۔اے کرب و بلا اے کرب و بلا

مر جاؤں نہ صدمے سہہ سہہ کر ۔روتی ہے سکینہ کہہ کہہ کر
کہہ دو کہ نہ لوٹیں بہرِ خدُا۔اے کرب و بلا اے کرب و بلا

ہاتھوں میں لئے خالی کوزے ۔بے چین ہیں پانی کو بچے
افسوس انھیں پانی نہ ملا۔اے کرب و بلا اے کرب و بلا

قاسمؑ بھی نہیں اکبر بھی نہیں۔ چھ ماہ کا وہ اصغر بھی نہیں
میں جس کو جھلاتی تھی جھولا ۔اے کرب و بلا اے کرب و بلا

کچھ دیر کا دولھا ابن حسنؑ ۔مل پایا نہ اُس کو غسل و کفن

لوراانڈ ہوئی بی بی کبرا۔اے کرب و بلا اے کرب و بلا

قرُبان تھا جس پر سارا گھر۔کہتے تھے جسے ہم سب اصغرؑ
وہ پھول بھی ہم سے چھین لیا۔اے کرب و بلا اے کرب و بلا

ہوتی ہے اذیّت روحانی۔پانی پانی پانی پانی
ہر خیمے سے یہ شور اُٹھا۔اے کرب و بلا اے کرب و بلا

تکلیف جو دل میں ہوتی ہے ۔مجبور سکینہؑ روتی ہے
بے چین ہے سرورؑ کا لاشہ۔ اے کرب و بلا اے کرب و بلا

وہ میرا شبیہِ پیغمبر۔ پلٹا جو نہیں میداں جاکر
اٹھارہ برس جس کو پالا ۔اے کرب و بلا اے کرب و بلا

اک ظلم کی آندھی ایسی چلی۔ پامال ہوئی ہر ایک کلی
اور شاخ سے رشتہ ٹوٹ گیا۔اے کرب و بلا اے کرب و بلا

سورج سے کہو چھپ جائے کہیں ۔اور عرش جُھکا لے اپنی جبیں
اب اہل حرم ہیں بے پردا ۔اے کرب و بلا اے کرب و بلا

کرتے ہیں لعیں وہ ظلم وستم ۔گھبرا کے کہیں مر جائیں نہ ہم
پھر سینے میں اک درد اُٹھا ۔ اے کرب و بلا اے کرب و بلا

برباد ہوئے ہم سب ہائے ۔ظالم کے طمانچے بھی کھائے
ہر حال میں ہم نے شکر کیا۔اے کرب و بلا اے کرب و بلا

بے چین مصائب سے ہوکر۔شبّیرؑ کے غم میں رو رو کر
لکّھا ہے رضاؔ نے یہ نوحا ۔اے کرب و بلا اے کرب و بلا

وہ چوٹ زینبؑ مضطر نے دل پہ کھائی ہے

وہ چوٹ زینبؑ مضطر نے دل پہ کھائی ہے
نہ پاس بیٹے ہیں بابا ہیں اور نہ بھائی ہے
کہا سکینہ سے زینب نے لو اٹھو بی بی
وہ دیکھو زوجۂ حُر کھانا پانی لائی ہے
دہل کے موت کی گودی میں سو گئے بچّے
تمام رات قیامت عدو نے ڈھائی ہے
رباب کہتی تھی روکر اُٹھو اُٹھو اصغرؑ
یہ کیسی نیند مرے لال تجھکو آئی ہے
کہ تمکو عون و محمد یہ ماں کہاں ڈھونڈے
کہاں پہ سوتے ہو بستی کہاں بسائی ہے
پچھاڑے کھاتی ہے کبُرا بلک کے روتی ہے

کہ رن سے ٹکڑوں میں قاسم کی لاش آئی ہے

گذر رہی ہے دل شہؑ پہ کیا خدا جانے
جوان بیٹے نے برچھی جگر پہ کھائی ہے

ہر ایک سمت سے ہوتی ہے خون کی بارش
اذیتوں کی گھٹا ایسی گھر کے آئی ہے

پڑے ہیں رن میں بہتّر کے بے کفن لاشے
مدد کو آیئے مشکل کشاؑ دہائی ہے

ہوائے نہر نہ اس کو بجھا سکے یارب
وہ جس چراغ سے پیاسوں نے لو لگائی ہے

مرا وجود رضاؔ پنجتن کا ہے صدقہ
اسی وسیلے نے عقبیٰ مری بنائی ہے

ہوگئی شام آجاؤ اصغرؑ

کہہ رہی تھی یہ مقتل میں مادر۔ ہو گئی شام آجاؤ اصغرؑ
بن تمھارے ملے چین کیوں کر۔ ہو گئی شام آجاؤ اصغرؑ

کیسی تقدیر میں نے ہے پائی ۔مل گیا دل کو داغ جدائی
دل کے ٹکڑے ہوئے ہیں بہتّر۔ ہو گئی شام آجاؤ اصغرؑ

تیری تشنہ لبی کے میں واری ۔اشک اب بھی ہیں آنکھوں سے جاری
سوکھے ہونٹوں پہ قرباں ہو مادر ۔ ہو گئی شام آجاؤ اصغر

تم کو ڈھونڈوں کہاں تمکو پاؤں ۔روتے روتے یونہی مر نہ جاؤں
سانس گھٹتی ہے سینے کے اندر۔ ہو گئی شام آجاؤ اصغرؑ

رات تاریک سنسان صحرا۔ ہر طرف ہے لعینوں کا پہرا
تمکو چھوڑوں اکیلا میں کیونکر۔ ہو گئی شام آجاؤ اصغرؑ

ایسی ماں کو نہ اپنی سزا دو۔ ہو کہاں لال مجھ کو صدا دو

آؤ آؤ بلاتی ہے مادر۔ہو گئی شام آجاؤ اصغرؑ

جب سے دیکھی نہیں تیری صورت۔زندگی بن گئی ایک زحمت
دے رہی ہوں صدائیں برابر۔ہو گئی شام آجاؤ اصغرؑ

دل کے ارماں کرے کون پورے ۔رہ گئے خواب میرے ادھورے
حسرتیں رہ گئیں ہائے گھُٹ کر ۔ہو گئی شام آجاؤ اصغرؑ

ایسی دیکھی نہیں میہمانی ۔میرے بچے نے پایا نہ پانی
چل رہے ہیں کلیجے پہ نشتر۔ ہو گئی شام آجاؤ اصغرؑ

رن میں اصغرؑ تری ذات واحد۔فخر ہے تجھ پہ ننھے مجاہد
مسکرائے ہو تم تیر کھاکر۔ہو گئی شام آجاؤ اصغرؑ

میرے پیارے مرے بھولے بھالے ۔کر کے تجھ کو خدا کے حوالے
جارہی ہے یہ مجبور مادر۔ہو گئی شام آجاؤ اصغرؑ

لکھ کے معصوم اصغرؑ کا نوحا ۔کیسے پائے سکوں دل رضاؔ کا
اشک کہتے ہیں گرِ کر برابر۔ ہو گئی شام آجاؤ اصغرؑ

ماں کہتی رورو کر سوجاؤ میرے بیٹا

ماں کہتی تھی رو رو کر سو جاؤ مرے بیٹا
معصوم مرے اصغر سو جاؤ مرے بیٹا
اے جانِ دلِ مادر سو جاؤ مرے بیٹا
نظروں سے لعینوں کی میں تمکو بچا لیتی
ممتا بھرے آنچل کے سائے میں چھپا لیتی
مجبور ہے یہ مادر سو جاؤ مرے بیٹا
جب حُجّتِ آخر کو تم دشت میں جاؤ گے
اور اپنی زباں سوکھے ہونٹوں پہ پھراؤ گے
روئیں گے بہت سرورؑ سو جاؤ مرے بیٹا
جنگل ہے بیاباں ہے ہر سمت اندھیرا ہے
جانا ہے بہت آگے اور دور اُجالا ہے
حالات نہیں بہتر سو جاؤ مرے بیٹا

جاگو گے اگر ایسے گھبرا کے میں رو دوں گی
سوکھے ترے ہونٹوں کو اشکوں سے بھگودوں گی
سمجھاؤں تمھیں کیوں کر سو جاؤ مرے بیٹا

بچے بھی کبھی ماں سے ہوتے ہیں خ ایسے
کیا روٹھتا ہے کوئی اپنوں سے بھلا ایسے
دکھیا پہ ترس کھاکر سو جاؤ میرے بیٹا

عاشور کو کل رن میں اک حشر بپا ہوگا
ہر سمت سے گونجے گا اک شور قیامت کا
نیند آئے گی پھر کیوں کر سو جاؤ مرے بیٹا

محسوس کرو بیٹا اک ماں کی پریشانی
کیا دوں میں تمھیں گھر میں اک بوند نہیں پانی
بس اشکوں کے ہیں ساغر سو جاؤ میرے بیٹا

عاشور کا دن ہم پر ٹوٹے گا قہر بن کے
جو جائے گا پھر واپس پلٹے گا نہیں رن سے
رونا ہے ہمیں دن بھر سو جاؤ مرے بیٹا

لوٹیں گے ہمیں اعدا خیمے بھی جلائیں گے
اور قید ہمیں کر کے سر ننگے پھرائیں گے
ہوگا نہ کوئی یاور سو جاؤ مرے بیٹا

کیا بات ہے کیوں چپ ہو کچھ منہ سے کہو بیٹا
بے چین تمھیں اِتنا پہلے تو نہیں دیکھا
جو دل میں ہے وہ کہہ کر سو جاؤ مرے بیٹا

یہ ارض و سما کیا ہیں روتے ہیں فلک سارے
غمگیں ہیں سبھی حوریں روتے ہیں ملک سارے
یہ بین رضاؔ سُن کر سو جاؤ مرے بیٹا

چچا واپس نہیں آئے

سکینہؑ کا تھا یہ نوحا چچا واپس نہیں آئے
گئے جب سے لب دریا چچا واپس نہیں آئے

سبھی تھے پیاس سے بے چین اکیلی میں نہ پیاسی تھی
پشیماں دل ہے اب میرا چچا واپس نہیں آئے

سُنا ہے قید ہو کر کربلا سے شام جانا ہے
یقیناً یہ ستم ہوگا چچا واپس نہیں آئے

ہم اہل ساقیِ کوثر ہمیں پر بند ہے پانی
بھلا کس کام کا جینا چچا واپس نہیں آئے

کوئی دریا پہ جائے اور چچا کو ساتھ لے آئے
کرے احسان بس اتنا چچا واپس نہیں آئے

سِتم کی دھوپ آئی تو یتیمی کی رِدا اوڑھی
اب آگے اور کیا ہوگا چچا واپس نہیں آئے

بنا دیکھے چچا کو اب تسلّی مل نہیں سکتی
ہے نظروں میں وہی چہرا چچا واپس نہیں آئے

خبر کیا تھی بھلا ہمکو چچا کے رن میں جاتے ہی
ہمارے ساتھ یہ ہوگا چچا واپس نہیں آئے

سہارے کے بنا انساں بہت مجبور ہوتا ہے
ہے میرا بھی یہی قصا چچا واپس نہیں آئے

اسی عالم میں مجھ کو بھیجنا تھا جب کہ دریا پر
ہے فوج شام کا پہرا چچا واپس نہیں آئے

تڑپ کر پیاس کی شدّت سے مرجاتی تو اچھا تھا
چچا کو کس لئے بھیجا چچا واپس نہیں آئے

غضب یہ ہے کہ گلشن میں لگا دی آگ اپنوں نے
~~مسلماں نے دیا دھوکا چچا واپس~~ نہیں آئے

رضاؔ ہر پل رُلاتی ہے سکینہ کی فغاں مجھ کو
ہے اشکوں سے لکھا نوحا چچا واپس نہیں آئے

میں کس سے کہوں بھیاّ

زینب نے کہا رو کر میں کس سے کہوں بھیاّ
ہے کرب و بلا محشر میں کس سے کہوں بھیاّ

افسوس مرا غازی جو آس تھا پیاسوں کی
پلٹا نہ ابھی جا کر میں کس سے کہوں بھیاّ

سیدانیاں بالوں سے چہروں کو چھپاتی ہیں
اور پاس نہیں چادر میں کس سے کہوں بھیاّ

چہرے پہ سکینہؑ کے ہیں نیل طمانچوں کے
اور اس پہ چھنے گوہر میں کس سے کہوں بھیاّ

بے گور و کفن لاشے رن میں ہیں بہتر کے
دفناؤں انھیں کیوں کر میں کس سے کہوں بھیاّ

ناصر نہ رہا کوئی نرغہ ہے لعینوں کا
ہر دل ہے بہت مُضطر میں کس سے کہوں بھیاّ

آغاز اگر یہ ہے انجام خدا جانے
کیا گزرے ابھی مجھ پر میں کس سے کہوں
بھیاّ

میں جن کو سلاتی تھی پھولوں کے بچھونے پر
ہے ان کا زمیں بستر میں کس سے کہوں بھیاّ

غم اتنے اٹھائے ہیں دم گھٹتا ہے سینے میں
ہر سانس ہوئی دو بھر میں کس سے کہوں بھیاّ

نیزوں سے یہ مقتل میں کیا ڈھونڈتے ہیں اعدا
ہے دفن مرا اصغرؑ میں کس سے کہوں بھیاّ

عباسؑ نہ اکبرؑ ہیں قاسم ہیں نہ اصغرؑ ہیں
داغ اتنے ہیں اس دل پر میں کس سے کہوں بھیاّ

زینبؑ کا رضاؔ نوحہ اب اور لکھوں کیسے
دل روتا ہے سُن سُن کر میں کس سے کہوں بھیاّ

پلٹ آؤ اصغرؑ پلٹ آؤ اصغر

کہا یہ ربابؑ حزیں نے تڑپ کر ۔پلٹ آؤ اصغرؑ پلٹ آؤ اصغرؑ
بہت غم زدہ ہوں ترس کھاؤ مجھ پر ۔پلٹ آؤ اصغرؑ پلٹ آؤ اصغر

اے بیٹا تمھارا ابھی بچپنا ہے۔ڈروگے اکیلے یہ جنگل گھنا ہے
مناسب نہیں تم رہو گھر کے باہر۔پلٹ آؤ اصغرؑ پلٹ آؤ اصغر

یہ شہر جفا ہے یہ قاتل زمیں ہے۔اے بیٹا یہاں کوئی اپنا نہیں ہے
نہ کرنا بھروسہ یہاں تم کسی پر۔پلٹ آؤ اصغرؑ پلٹ آؤ اصغر

وہ جھولے سے خود کو زمیں پر گرانا۔وہ سوکھے لبوں پر زباں کا پھرانا
مجھے یاد آتے ہیں مقتل کے منظر۔پلٹ آؤ اصغرؑ پلٹ آؤ اصغر

تپش ہے بلا کی چلو میں سلا دوں ۔تمھیں اپنے دامن کی ٹھنڈی ہوا دوں
نہ لیٹو مرے لال جلتی زمیں پر۔ پلٹ آؤ اصغرؑ پلٹ آؤ اصغر

یہی آرزو ہے یہی ہیں دعائیں۔مرے سر ہوں بیٹا تمھاری بلائیں
میں واری میں صدقے میں قربان تم پر۔پلٹ آؤ اصغر پلٹ آؤ اصغر

تمھیں نیند آنے نہ دیگا اندھیرا ۔چلے آؤ بیٹا یہ وعدا ہے میرا
سلاؤں گی تمکو میں لوری سنا کر۔پلٹ آؤ اصغرؑ پلٹ آؤ اصغر

وہاں کون ایسا ہے جو ہم سے پیارا۔نہیں دل لگے گا ترے بن ہمارا
دئے جا رہی ہوں صدائیں برابر۔پلٹ آؤ اصغرؑ پلٹ آؤ اصغر

کہاں سو رہے ہو یہ مجھکو بتا دو۔مجھے چاند سی اپنی صورت دکھا دو
ترس تمکو آتا نہیں اپنی ماں پر۔پلٹ آؤ اصغرؑ پلٹ آؤ اصغر

وہ شاداب چہرہ وہ گوری کلائی ۔ہیں یہ چاند تارے بھی جنکے فدائی
تمھیں مار ڈالا لعینوں نے کیونکر۔پلٹ آؤ اصغرؑ پلٹ آؤ اصغرؑ

ذرا آکے دو اپنی ماں کو دلاسے ۔بہت تھک گئی ہے بلاُتے بلاُتے
جھکائے ہوئے سر کو بیٹھی ہے مادر۔پلٹ آؤ اصغرؑ پلٹ آؤ اصغر

رضاؔ اب دلوں پر دھواں چھا گیا ہے۔کہ زنداں جانے کا وقت آ گیا ہے
پلٹ آؤ اصغر پلٹ آؤ اصغرؑ۔پلٹ آؤ اصغر پلٹ آؤ اصغر

کلیجہ تھام کے شہؑ نے پکارا

کلیجہ تھام کے شہؑ نے پکارا ائے علی اکبرؑ
میں دیکھوں کس طرح جانا تمھارا ائے علی اکبرؑ
تمھیں رُخصت کروں کیسے کہ میں اک باپ ہوں بیٹا
یہ میرا دل کرے کیسے گوارا ائے علی اکبرؑ
پلٹ کر باپ کو اپنے مسلسل دیکھتے جانا
ملے گا پھر کہاں چہرہ تمھارا ائے علی اکبرؑ
دھمک ٹاپوں کی جتنی دور مجھ سے ہوتی جاتی ہے
بجھا جاتا ہے اتنا دل ہمارا ائے علی اکبرؑ

تمھیں کو دیکھ کر جینے کی مجھ کو آس باقی تھی
نہ جاؤ چھوڑ کر مجھ کو خدارا اےئ علی اکبرؑ

اجڑتے اپنی آنکھوں سے چمن وہ کس طرح دیکھوں
کہ اٹھارہ برس جس کو سنوارا اےئ علی اکبرؑ

یہ مانا دیں پہ مرنے کا بہت جزبہ ہے پر سوچو
تمھیں ٹوٹی کمر کا ہو سہارا اےئ علی اکبرؑ

تیرا والشّمس چہرہ ہے تیرے واللیل گیسو ہیں
تجھے دن رات قدرت نے سنوارا اےئ علی اکبرؑ

سبھی ایک ایک کر کے ساتھ میرا چھوڑے جاتے
ہیں
ہے میری ذات اور اس کا سہارا اےئ علی اکبرؑ

چلے جب تم اجازت لے کے مرنے کے لئے مجھ سے
گراں تھا وقت جو میں نے گذارا اےئ علی اکبرؑ

کلیجے میں اُتر جائے گا تیرے جو گھڑی بھر میں
نظر میں ہے وہ برچھی کا کنارا اےئ علی اکبرؑ

خدا شاہد ہے بیٹا اس ترے شوق شہادت میں
سمٹ کر آ گیا ایمان سارا اےئ علی اکبرؑ

قیامت تک مرے دل میں رہے گی یہ خلش بیٹا
کہ تجھ کو موت نے بے وقت مارا اےئ علی اکبرؑ

پڑھا جب انجمن نے شاہِ والا کا رضاؔ نوحہ
تو غمگیں ہو گیا ماحول سارا اےئ علی اکبرؑ

قید خانے میں تُربت بنے گی

بین کرتی تھی بالی سکینہؑ۔ قید خانے میں تُربت بنے گی
کربلا سے بہت دور بابا۔قید خانے میں تُربت بنے گی

میں تڑپتی رہی تشنگی سے ۔پھر بھی شکوہ نہیں ہی کسی سے
لب پہ آیا نہ کوئی بھی شکوہ ۔قید خانے میں تُربت بنے گی

کوئی مرہم نہ کوئی دوا ہے ۔درد زخموں کا بڑھنے لگا ہے
اب تو معلوم ہوتا ہے ایسا ۔قید خانے میں تُربت بنے گی

دور مرنا ہے اپنے وطن سے۔ مل نہ پاؤں گی صغراؑ بہن سے
اب وطن میں پلٹنا نہ ہوگا۔ قید خانے میں تُربت بنے گی

آس ٹوٹی ہوئی ہے ہماری۔ کوئی سنتا نہیں آہ و زاری
اب نہیں زندگی کا بھروسا۔ قید خانے میں تُربت بنے گی

جَد کی اُمت نے اتنا ستایا۔ اس قدر ظلم ہے مجھ پہ ڈھایا
کیا بھروسہ کرے دل کسی کا۔ قید خانے میں تُربت بنے گی

دل پہ ٹوٹے ستم ایسے ایسے۔ ہم کسی سے کہیں بھی تو کیسے
ہے یہی میری قسمت میں لکّھا۔ قید خانے میں تُربت بنے گی

کیا بتاؤں جو دل پر بنی ہے۔ کیا کروں میں عجب بے کلی ہے
ہوگا یوں میرے غم کا مداوا۔ قید خانے میں تُربت بنے گی

میری غربت ستائے گی مجھ کو۔ نیند کس طرح آئے گی مجھ کو
اب نہ پاؤں گی بابا کا سینا۔ قید خانے میں تُربت بنے گی

دل کی سونی ہیں اب وادیاں بھی۔ مجھ سے چھینیں میری بالیاں بھی
اور مجھ پر ستم یہ بھی ہوگا۔ قید خانے میں تُربت بنے گی

تشنگی مجھ سے کہتی ہے اکثر۔ دفن کرنا مجھے نم جگہ پر
مجھ پہ ہوگا کرم یہ خدا کا۔ قید خانے میں تُربت بنے گی

پوری ہوگی یہ انکی وصیت۔ جانتی ہے سبھی کچھ امامت
جو سکینہؑ نے چاہا وہ ہوگا۔ قید خانے میں تُربت بنے گی

اے رضاؔ اور کیا اب سنائیں۔ ہر طرف بین کی تھی صدائیں
جب پڑھا انجمن نے یہ نوحا۔ قید خانے میں تُربت بنے گی

صدا دیتی تھی یہ صغراؑ مرے بابا چلے آؤ

صدا دیتی تھی یہ صغراؑ مرے بابا چلے آؤ
یہاں کوئی نہیں میرا مرے بابا چلے آؤ

نظر آیا ہے جب سے چاند اے بابا محرم کا
پریشاں کیوں ہے دل میرا مرے بابا چلے آؤ

چہیتی ہوں تمھاری مجھ پہ کچھ بابا ترس کھاؤ
کرو احسان تم اتنا مرے بابا چلے آؤ

نہ اکبرؑ ہے نہ کبرؑا ہے نہ عمو ہیں نہ قاسمؑ ہے
نہ ہے وہ چاند کا ٹکڑا مرے بابا چلے آؤ

نہ ہوں اپنے اگر چہ پاس تو کیسے رہے کوئی
یہ تم نے کیوں نہیں سوچا مرے بابا چلے آؤ

کہیں اپنوں سے ملنے کی خلش دل میں نہ رہ جائے
بہت بیمار ہے صغرؑا مرے بابا چلے آؤ

اگر کچھ اور دن یونہی اکیلے رہ گئی تو پھر
نہ پاؤ گے مجھے زندا مرے بابا چلے آؤ

کسے میں گود میں لیکر سلاؤں اور بہلاؤں
جھلاؤں کس کو میں جھولا مرے بابا چلے آؤ

کسی اپنے کی صورت دیکھنے کو میں ترستی ہوں
ہو کوئی ایک تو ایسا مرے بابا چلے آؤ

کہیں بیمار کو تنہا کوئی یوں چھوڑ جاتا ہے
بتاؤ تو ذرا اتنا مرے بابا چلے آؤ

اگر آہٹ بھی ہوتی ہے تو یہ محسوس ہوتا ہے
کہ جیسے کوئی آیا ہو مرے بابا چلے آؤ

رضاؔ رو رو کے صغرا کا بُلانا اپنے بابا کو
لکھوں کس دل سے اب نوحا مرے بابا چلے آؤ

یہ زینبؑ کے لبوں پر دم بہ دم فریاد آتی ہے

یہ زینبؑ کے لبوں پر دم بہ دم فریاد آتی ہے
مرے عون و محمد تمکو یہ مادر بلاتی ہے

میں جب سے آئی ہوں گھر میں مجھے محسوس ہوتا ہے
کہ جیسے ہر طرف سے بس صدا رونے کی آتی ہے

تمھارے بستروں کو دیکھ کے کیسے سکوں آئے
یہ ماں گُرتے تمھارے دیکھ کر آنسو بہاتی ہے

مرے بچوں تمھاری یاد میں ہر رات اُٹھ اُٹھ کر
چراغ اشکوں کے پلکوں پر یہ دکھیا ماں سجاتی ہے

کرو احساس اس تکلیف کا عون و محمد تم
کہ بن بچوں کے کیسے زندگی اک ماں بتاتی ہے

مری بےچینیوں کو دیکھ کر عون و محمد اب
مری تقدیر میرے حال پر آنسو بہاتی ہے

سدا وقت ضرورت دیتے تھے تم لوگ جو ماں کو
درو دیوار سے اب تک وہی آواز آتی ہے

تمھارے چاند سے چہرے پہ ماں قربان ہوجائے
چلے آؤ ذرا سی دیر کو اماں بلاتی ہے

رہوں کیسے تمھارے بن کہ میں ممتا کی ماری ہوں
اگر کوشش بھلانے کی کروں یاد اور آتی ہے

کہاں اب گھر میں وہ رونق کہاں وہ شور بچوں کا
ارے تقدیر بھی انسان کو کیا دن دکھاتی ہے

گھٹا جاتا ہے دم اب تو سمجھ میں کچھ نہیں آتا
اجل آواز دے کر مجھ کو بھی شائد بلاتی ہے

ہمارا صبر اور ظلمِ یزیدی انتہا غم کی
ذرا سوچو عزادارو جہاں تک فکر جاتی ہے

مسرّت اور غم دونوں رضاؔ ہے امتحاں اپنا
ہر اک پہلو سے انسانوں کو قدرت آزماتی ہے

المدد یا علیؑ میرے مولا

روز عاشور بولی یہ فضا ۔المدد یا علیؑ میرے مولا
لُٹ رہا ہے نبیؐ کا گھرانا۔المدد یا علیؑ میرے مولا

ظلم ڈھائے وہ اعدا نے ہم پر۔رہ گیا دل ہمارا لرز کر
کوئی مجبور ہم سا نہ ہوگا۔المدد یا علیؑ میرے مولا

لاش قاسمؑ کی رن میں پڑی ہے۔اور کُبرا کھڑی رو رہی ہے
سر پہ دولھا کے ہے خوں کا سہرا۔المدد یا علیؑ میرے مولا

جس پہ بھرپور تھی نوجوانی ۔یہ ستم کی ہے اُس پر روانی

اُس کا زخمی ہے برچھی سے سینا۔ المدد یا علیؑ میرے مولا

دل پہ چھائی ہے ایسے اُداسی ۔رن سے پلٹا نہ عباسؑ غازی
اب کہاں اُس کی ہیبت کا پردا۔ المدد یا علیؑ میرے مولا

کھو گیا دشت میں میرا اصغر۔کیسے ڈھونڈوں بھلا اُس کو جا کر
ہر طرف برچھیوں کا ہے پہرا۔ المدد یا علیؑ میرے مولا

رن میں گذروں میں چاہے جدھر سے۔ ہے زمیں لال خون جگر سے
ہے لہو جیسا سورج کا چہرا ۔المدد یا علیؑ میرے مولا

ہو گئے قتل عباسؑ و اکبرؑ۔سوئے عون و محمد بھی جا کر
پوچھئے حال زینب کے دل کا۔ المدد یا علیؑ میرے مولا

دل کے ارمان کیسے نکالیں۔ کیسے بچّوں کو مائیں سنبھالیں
رات تاریک سنُسان صحرا ۔المدد یا علیؑ میرے مولا

میرے دل کو سکوں کیسے آئے۔ کوئی سبطِ نبی کو بچائے
زیر خنجر ہے گودی کا پالا۔ المدد یا علیؑ میرے مولا

رو رہی ہے سکینہؑ تڑپ کر۔ چھینے اعدا نے کانوں سے گوہر
دیجئے آ کے اس کو دلاسا۔المدد یا علیؑ میرے مولا

ہو رضاؔ پر بھی چشم عنایت۔ ہر قدم پر ہے تازہ مصیبت
المدد یا علیؑ میرے مولا۔ المدد یا علیؑ میرے مولا

کہتی تھی رو کے زینبؑ دلگیر کربلا

کہتی تھی رو کے زینبؑ دلگیر کربلا
تیری زمیں پہ آئے تھے شبیرؑ کربلا
بھولیں گے کیسے ہم تیری مہماں نوازیاں
عابدؑ کے پاؤں اور یہ زنجیر کربلا
اپنے جگر کے خون سے رنگین ہو گئی
ہم شکل مصطفیٰ کی وہ تصویر کربلا
روشن تھی جس کے نور سے یہ ساری کائنات

رخصت ہوئی وہ دین کی تنویر کربلا

کس سمت سو رہا ہے پتہ کچھ تو دے مجھے
پیاسا جو تین دن کا تھا بے شیرؑ کربلا

بُھن کر کلیجے رہ گئے بچوں کے پیاس سے
کیسے بھلائیں زینبؑ دلگیر کربلا

عباسؑ کے تو ہاتھ کٹے سر حسینؑ کا
ایسی چلی ہے ظلم کی شمشیر کربلا

تیر ستم سے مشک سکینہؑ بھی چھد گئی
تیری زمیں پہ کیوں وہ چلا تیر کربلا

اعدا سے کہہ دو کھائے یتیمہ پہ کچھ ترس
روتی ہے دیکھو دختر شبیرؑ کربلا

ذکر غم حسینؑ ہے مقصد حیات کا
ہے اپنی زندگی کی یہ تفسیر کربلا

ورثے میں غم ملا ہے رضاؔ کو زہے نصیب
لکھی ہے آنسوؤں سے یہ تحریر کربلا

بین یہ زینبؑ کا تھا شام غریباں بتا

بین یہ زینبؑ کا تھا شام غریباں بتا
کیا ہوا کنُبہ مرا شام غریباں بتا

قاسمؑ نوشاہ کی لاش کے ٹکڑے ہوئے
کیسا یہ سہرا بندھا شام غریباں بتا

کیوں یہ ہر اک آنکھ سے خون کے آنسو گرے
کیسی ہے غم کی گھٹا شام غریباں بتا

عابدؑ بیمار پر شاہؑ کے غم خوار پر

کیوں ہے یہ جور و جفا شام غریباں بتا

پیاس میں اصغرؑ مرا ریت پہ تڑپا کیا
پانی کیا اُسکو ملا شام غریباں بتا

کیسی یہ آئی ہے شام خوف ہر اک سو ہے عام
اور ارادہ ہے کیا شام غریباں بتا

عون و محمدؑ مرے گنج شہیداں میں تھے
دونوں کا ہے حال کیا شام غریباں بتا

خیموں سے جلتے ہوئے موت کے شعلے اٹھے
کیا کوئی زندہ بچا شام غریباں بتا

ہائے یتیموں کے ساتھ اور اسیروں کے ساتھ
ہے یہی انصاف کیا شام غریباں بتا

وہ مرا اکبرؑ جواں مر گیا کھا کر سناں
لاشہ کیا اس کا اُٹھا شام غریباں بتا

سرورؑ ذیشان کے زخم بہتر لگے
ہے یہی کرب و بلا شام غریباں بتا

بھائی بھی پلٹا نہیں پانی بھی آیا نہیں
کیا ہوا غازی مرا شام غریباں بتا

ہائے گروہ حسینؑ پڑھتی ہے زینبؑ کے بین

کیوں نہ ہو غمگیں رضاؔ شام غریباں بتا

مسلمانوں کی بستی میں

یہ بولی زینبؑ مضطر مسلمانوں کی بستی میں
ہوا اسلام ننگے سر مسلمانوں کی بستی میں

مرا عباسؑ گر ہوتا نہ کوئی پیاس سے روتا
نہ ہوتا ظلم یہ ہم پر مسلمانوں کی بستی میں

زمانہ ہو گیا دشمن جلا ڈالا مرا گلشن
ہوا یہ ظلم ہر گُل پر مسلمانوں کی بستی میں

نبیؐ کی آنکھ کے تارے جو ہیں قرآن کے پارے
وہ بکھرے ہیں زمینوں پر مسلمانوں کی بستی میں

جو ابن ساقیِ کوثر جو ابن فاتحِ خیبر
ہے نیزے پر اسی کا سر مسلمانوں کی بستی میں

دلاسہ دوں میں کِس کِس کو سہارا دوں میں کِس کِس کو
ہر اک بی بی ہے نوحہ گر مسلمانوں کی بستی میں

نباہی خوب مہمانی نہ قطرہ بھی دیا پانی
ملا ہے خاک کا بستر مسلمانوں کی بستی میں

ترس یوں ہم پہ کھاتے ہیں ہمیں دُرّے لگاتے ہیں
یہ انساں ہیں کہ ہیں پتھر مسلمانوں کی بستی میں

جھلاتی تھی جسے جھولا وہ اصغرؑ کھو گیا میرا
کہاں ڈھونڈوں اسے جاکر مسلمانوں کی بستی میں

عطش کی وہ صدائیں تھیں بہت دشوار راہیں تھیں
چھنی سر سے مری چادر مسلمانوں کی بستی میں

نبیؐ کے چاہنے والے تھے جن کے گھر جلا ڈالے
چلے ہیں دل پہ وہ نشتر مسلمانوں کی بستی میں

ہر اک سو شور گریہ تھا تشدّد کا وہ نرغا تھا
بپا تھا رن میں اِک محشر مسلمانوں کی بستی میں

سمجھ میں کچھ نہیں آیا ستم یہ ہم پہ کیوں ڈھایا
یہ پوچھوں کس سے میں جاکر مسلمانوں کی بستی میں

رضاؔ رُو رو کے وہ دُکھیا بیاں کرتی تھی یہ نوحا
نہیں دل میں خدا کا ڈر مسلمانوں کی بستی میں

چلو گھر سکینہؑ چلو گھر سکینہؑ

تھا قبر سکینہؑ پہ زینبؑ کا نالہ ۔چلو گھر سکینہؑ چلو گھر سکینہؑ
بسایا ہے تم نے یہ کیوں قید خانا۔ چلو گھر سکینہؑ چلو گھر سکینہؑ

لعینوں سے گوہر دلاؤں گی تمکو۔ میں جی بھر کے پانی پلاؤں گی تمکو
نہیں کیا ہے تمکو پھوپھی پر بھروسا۔چلو گھر سکینہؑ چلو گھر سکینہؑ

گذارا ہے ہر پَل تری جستجو میں ۔مری ہر خوشی ہے تری ہر خوشی میں
سہارا تھا مجھ کو ترے دم سے بیٹا ۔چلو گھر سکینہؑ چلو گھر سکینہؑ

یہ کیسا وطن ہے یہ کیسی زمیں ہے۔ سکینہؑ یہاں اپنا کوئی نہیں ہے
یہاں ظلم دیتا ہے ہر لمحہ ایذا ۔چلو گھر سکینہؑ چلو گھر سکینہؑ

مرے دل کی دنیا میں اب تیرگی ہے۔تڑپنا سسکنا میری زندگی ہے
ہے آنکھوں میں مری ہر اک سو اندھیرا۔چلو گھر سکینہؑ چلو گھر سکینہؑ

یہ تاریک صحرا یہ پُر حول منظر۔ستائے گا تمکو بہت بنت سرورؑ
اندھیرا ہے دیکھو کہیں ڈر نہ جانا۔ چلو گھر سکینہؑ چلو گھر سکینہؑ

ترے غم میں اپنے گلے سے لگا لوں۔بہت زخم گہرے ہیں مرہم لگا دوں
بدل دوں میں خوں سے بھرا تیرا کُرتا۔چلو گھر سکینہؑ چلو گھر سکینہؑ

اکیلا تجھے میں یہاں چھوڑ جاؤں۔بتاؤ کہاں سے وہ دل لے کے آؤں
جو یاد آئی تیری پھٹے گا کلیجا۔چلو گھر سکینہؑ چلو گھر سکینہ

وطن جب بھی جاؤں گی اہل مدینا۔جو پوچھیں گے تمکو بتاؤں گی میں کیا
ذرا اتنا سوچو سکینہ خدارا ۔چلو گھر سکینہؑ چلو گھر سکینہؑ

پریشان تم تھیں بہت تشنگی سے۔اسی بات پر کیا خفا ہو پھوپھی سے
میں مجبور تھی تم یہ سوچو خدارا۔چلو گھر سکینہؑ چلو گھر سکینہؑ

مصیبت مرے دل نے اک اور پائی۔لعینوں نے بھیجا ہے حکم رہائی
عجب وقت مجھ پر پڑا بے بسی کا۔چلو گھر سکینہؑ چلو گھر سکینہؑ

چلا قافلہ جب کہ سوئے مدینا۔رضاؔ راستے بھر زباں پر یہی تھا

چلو گھر سکینہؑ چلو گھر سکینہؑ۔چلو گھر سکینہؑ چلو گھر سکینہؑ

مددگار کوئی ہمارا نہیں ہے

یہ رو رو کے کہتی تھی بالی سکینہؑ۔ مددگار کوئی ہمارا نہیں ہے
ہے ظلم وستم کا ہر اک سمت نرغا۔ مددگار کوئی ہمارا نہیں ہے

عدو ہمکو چاروں طرف سے ہیں گھیرے۔قضاؤں کے لگتے ہیں ہر سو بسیرے
ڈراتا ہے ہمکو یہ پر حول صحرا۔مددگار کوئی ہمارا نہیں ہے

پدر کو تو دیکھا ہے نوک سناں پر۔مگر سو گئے جاکے عمو کہاں پر
کوئی جاکے اُنسے بس اتنا بتاتا۔مددگار کوئی ہمارا نہیں ہے

یوں گوہر مرے شمر نے ہیں اتارے۔ہے تکلیف کانوں میں ابتک ہمارے
نہ زخموں پہ مرہم کسی نے لگایا۔مددگار کوئی ہمارا نہیں ہے

تڑپتے ہیں اتنا جو ہم بے بسی سے ۔گلے میں ہیں کانٹے پڑے تشنگی سے
ہے نزدیک ہم سے بہت جب کہ دریا۔ مددگار کوئی ہمارا نہیں ہے

ہے اہل حرم میں بپا ایک محشر ۔نہ محسن ہے کوئی نہ ہے کوئی یاور
ہے شامِ ستم اور محمدؐ کا کُنبا ۔ مددگار کوئی ہمارا نہیں ہے

کبھی ہمکو ظالم کھلے سر پھرائیں ۔جھڑک کے کبھی ہمکو دُرّے لگائیں
کبھی مارتے ہیں ہمیں تازیانا۔مددگار کوئی ہمارا نہیں ہے

مقدر کی ایسی ستم سازیاں ہیں۔یہاں سب کھلے سر نبی زادیاں ہیں
چھپاتے ہیں سب اپنے ہاتھوں سے چہرا۔مددگار کوئی ہمارا نہیں ہے

قضا سے وہ رشتے کو جوڑے ہوئے ہیں ۔ردائیں اندھیرے کی اوڑھے ہوئے ہیں
زمیں اپنا بستر فلک شامیانا۔ مددگار کوئی ہمارا نہیں ہے

بلا بن کے ٹوٹی ہے شام غریباں ۔ہر اِک آنکھ نم ہے ہر اِک دل پریشاں
کہاں جائے آخر جو ہے بے سہارا۔مددگار کوئی ہمارا نہیں ہے

سفینہ بھنور میں ہے اب زندگی کا۔ سہارا ہے ہمکو فقط آپ ہی کا
کرم ہم پہ کیجئے امام زمانہؑ۔ مددگار کوئی ہمارا نہیں ہے

کہاں عِلم مجھ کو کروں نوحہ خوانی ۔یہ جو کچھ بیاں ہے رضاؔ کی زبانی
ہے صدقہ فقط یہ درِ فاطمہؑ کا ۔مددگار کوئی ہمارا نہیں ہے

دم گھٹا جاتا ہے میرا قید میں

شام کے زنداں سے یہ آئی صدا ۔دم گھٹا جاتا ہے میرا قید میں
آؤ عمّو تمکو میرا واسطا۔دم گھٹا جاتا ہے میرا قید میں

میں کروں کب تک تمھارا انتظار ۔پیاسی آنکھیں ہر گھڑی ہیں اشکبار
لینے آؤ گے مجھے تم کب بھلا۔دم گھٹا جاتا ہے میرا قید میں

لاکھ اپنے دل کو بہلاتی ہوں میں ۔پر اندھیروں سے ڈری جاتی ہوں میں
مل رہی ہے مجھکو یہ کیسی سزا۔دم گھٹا جاتا ہے میرا قید میں

کربلا سے شام تک کا یہ سفر۔سختیاں جھیلی ہیں میں نے راہ بھر
اور اس پر ظلم یہ زندان کا ۔دم گھٹا جاتا ہے میرا قید میں

زندگی میں ہر گھڑی تھی روشنی۔ دیکھتے ہی دیکھتے شام آگئی
اب اندھیروں سے فقط ہے واسطا۔دم گھٹا جاتا ہے میرا قید میں

کیا کروں کچھ عقل میں آتا نہیں ۔کوئی دُکھیا پر ترس کھاتا نہیں
کب رُکے گا ظلم کا یہ سلسلا۔دم گھٹا جاتا ہے میرا قید میں
نیل چہرے پر ہیں کرتا خوں سے تر۔میں بہت روئی ہوں عمو رات بھر
پوچھتا کوئی نہیں ہے کیا ہوا۔ دم گھٹا جاتا ہے میرا قید میں

عمر چھوٹی ہے بہت میں کیا کروں۔ اور کب تک ظلم سے تنہا لڑوں
ہو نہ ایسا دم نکل جائے میرا۔دم گھٹا جاتا ہے میرا قید میں

قید خانے میں ہر اِک شام وسحر۔دل کو تڑپاتی رہی یاد پدر
آج تک ٹوٹا نہیں یہ سلسلا۔ دم گھٹا جاتا ہے میرا قید میں

جانے کب ہو مجھ کو میرا گھر نصیب ۔میں کھڑی ہوں موت سے اتنا قریب
دیجئے ڈھارس مجھے آکر چچا۔دم گھٹا جاتا ہے میرا قید میں

دل میں جینے کی تمنا ہی نہیں ۔میری تربت اب بنے شائد یہیں
منتظر ہے دل فقط اب موت کا ۔دم گُھٹا جاتا ہے میرا قید میں

جب ستم کو سہتے سہتے تھک چکی۔ قید خانے میں سکینہ مر گئی
وقت آخر بھی رضاؔ نوحہ یہ تھا۔دم گھٹا جاتا ہے میرا قید میں

ہے اندھیرا بھی نظر کے سامنے

بولیں زینبؑ ہے اندھیرا بھی نظر کے سامنے
اور ہے پُر ہول صحرا بھی نظر کے سامنے

پیاس کی شدّت سے بچّوں میں تلاطُم تھا بہت
بہہ رہا تھا جبکہ دریا بھی نظر کے سامنے

روکے کہتی تھی سکینہ عابدؑ بیمار سے
قتل ہو جائیں نہ بابا بھی نظر کے سامنے

قبرِ اصغر سے لِپٹ کر کرتی تھیں بانو یہ بین
لُٹ گیا تیرا وہ جھولا بھی نظر کے سامنے

کہتے تھے عابد چھنیں گی بیبیوں کی چادریں
وقت آئے گا اِک ایسا بھی نظر کے سامنے

کیسے دیکھوں میں سکینہ کو سوئے مقتل بھلا
جبکہ ہے اعدا کا پہرا بھی نظر کے سامنے
ہے بہت بے چین عابد کربلا کے دشت میں
لُٹ گیا افسوس کنبا بھی نظر کے سامنے

پانی لینے کو گئے عباسؑ حکمِ شاہؑ سے
اور تھی پیاسی سکینا بھی نظر کے سامنے

بولے سرورؑ یہ سِتم کی انتہا ہوگی ابھی
ایڑیاں رگڑے گا بیٹا بھی نظر کے سامنے

نیند تھی آنکھوں میں شدّت سے رضاؔ کے رات بھر
تھا مگر زینبؑ کا نوحہ بھی نظر کے سامنے

سُن لو دُکھیا کی داستاں صغراؑ

بولیں زینب کہ میری جاں صغراؑ
سُن لو دُکھیا کی داستاں صغراؑ
کربلا ایسے بن کو کہتے ہیں
ظلم ہر سو ہو بس جہاں صغراؑ
اِک نیا غم تھا منتظر اپنا
ہم گئے ہیں جہاں جہاں صغراؑ
قید خانے میں سو گئی تنہا
جس کو پیاری تھیں بالیاں صغراؑ
سب تو اپنے ہیں دفن کربل میں
دل لگے کیسے پھر یہاں صغراؑ

حسرتیں گھٹ کے رہ گئیں رن میں
وہ چلیں دل پہ برچھیاں صغراؑ
گِر کے جھولے سے جلتی ریتی پر
پیاسا تڑپا وہ بے زباں صغراؑ

ہائے اب تک بسی ہے کانوں میں
صبح ِعاشور کی اذاں صغراؑ
قید ہو کر جہاں بھی جاتے تھے
تھا فلک اپنا سائباں صغراؑ
خون بہتا تھا سب کے جسموں سے
اشک آنکھوں سے تھے رواں صغراؑ
آگئی تھی خزاں کے گھیرے میں
باغ زہرا کی کھیتیاں صغرا
سو گئیں کربلا میں زیرِ زمیں
کیسی کیسی وہ ہستیاں صغرا
ہائے افسوس جلتے خیموں کا
کوئی ~~باقی نہیں نشاں صغرا~~
خون بہتا تھا اُن سے رِس رِس کر
تھیں جو پیروں میں بیڑیاں صغرا

بھوکے پیاسے رہے وہ جن سے ملک
مانگنے آئے روٹیاں صغرا
رو رہی تھی پچھاڑے کھا کے رضاؔ
سُن کے زینب کی یہ فغاں صغرا

اے میرے بھیّا الوداع

روکے زینبؑ نے کہا اے میرے بھیّا الوداع
جارہا ہے کربلا سے لُٹ کے کُنبا الوداع
گود کے پالے ہوئے سوتے ہیں جلتی ریت پر
دیکھ کر منظر یہ پھٹتا ہے کلیجا الوداع
اکبرؑ و عونؑ محمدؑ تم پہ قُرباں کر دیے
اب نہیں کوئی سہارا دینے والا الوداع
تیری سقائی کے صدقے تیری غُربت کے نثار
ائے علمدارِ سپاہِ شاہِ والا الوداع
تیر کھا کر مسکرانے والے میرے بے زباں
کس طرح بھولے گی تجھکو ماں کی ممتا الوداع

کچھ تو بولو کیا کہوں پوچھے جو ماں ام البنین
اۓ تمنائے علی فرزندِ زہرا الوداع
میرے بھیّا سید سجّادؑ کی ہمّت بندھاؤ
ہم اَسیروں کا یہی ہے اِک سہارا الوداع

ساری دُنیا کو بتاؤں گی تمھاری تشنگی
ہے یہ اک دُکھیا بہن کا تم سے وعدا الوداع
تشنہ لب بچوں کی چیخیں اب نہ سُن پائے گا تو
پیاس کے صحرا میں بہنے والے دریا الوداع
کربلا سے بے ردا بے وارثی کی دھوپ میں
جا رہا ہے بلوۂ اعدا میں کُنبا الوداع
کس قدر پرسوز ہیں زینبؑ کے نالے اۓ رضاؔ
رو رہی ہیں بیبیاں سُن کر یہ نوحا الوداع

آجاؤ مرے غازی

تھے بین یہ زینبؑ کے آ جاؤ مرے غازی
دیتی ہوں صدا کب سے آ جاؤ مرے غازی
بچّے ہیں بہت پیاسے آ جاؤ مرے غازی
جب ہاتھوں میں مشکیزہ تم لے کے گئے دریا
اِک آس تھی ہم سب کو پانی ابھی آئے گا
اب پیاس بجھے کیسے آ جاؤ مرے غازی
گھیرے ہیں سبھی بچے مجبور سکینہؑ کو
لے آؤ ذرا پانی گر تم سے یہ ممکن ہو
ہیں سب کے گلے سوکھے آ جاؤ مرے غازی
تھے ساتھ میں تم جب تک ہم سب کو بھروسہ تھا
ہیں لاکھ عدو پھر بھی بچ جائے گا اب پردا
کیوں اپنا بھرم ٹوٹے آ جاؤ مرے غازی

سنتی ہو ں کہ دریا پر پہرا ہے لعینوں کا
اس دشت میں اے بیٹا حافظ ہے خدا تیرا
کرتی ہوں دعا دل سے آ جاؤ مرے غازی

اِک ہو کا سماں ہر سو گھنگھور اندھیرا ہے
دل سوز مصائب کا ہر سمت بسیرا ہے
حالات نہیں اچھے آجاؤ مرے غازی
ارمانوں کو اِک ماں کے مٹّی میں مِلا ڈالا
لی جان بھی اصغر کی جھولا بھی جلا ڈالا
تُربت پہ چلے بھالے آجاؤ مرے غازی
چھوٹے ہیں بہت بچے سب ان کو ڈراتے ہیں
اور قید ہمیں کر کے سر ننگے پھراتے ہیں
یہ دیکھ کے دل ڈوبے آجاؤ مرے غازی
یہ سوچ کے روتی ہے ہر وقت وہ ماجائی
عمّو نہ ہوئے واپس کوئی نہ خبر آئی
در پر ہے کھڑی کب سے آجاؤ مرے غازی
گریے سے حرم کے اب اک ٹیس سی اُٹھتی ہے
کیا حال ہمارا ہے کیا ہم پہ گذرتی ہے
دیکھو تو ذرا آکے آجاؤ مرے غازی
معلوم تو ہو بیٹا کچھ اپنی خطا ہمکو

کِس بات کی یہ آخر دیتے ہیں سزا ہمکو
پوچھو تو ذرا اِن سے آجاؤ مرے غازی
شبیر سے زینبؑ کا وہ جذبۂ ہمشیری
دن رات رُلاتا ہے ذِکر غمِ شبیری
کس دل سے رضاؔ لکّھے آ جاؤ مرے غازی

یوں تھی اُمّت کی میہماں زینبؑ

رنج و غم اور سختیاں زینبؑ
یوں تھی اُمّت کی میہماں زینبؑ
کیوں ہیں بے چین صبح عاشورہ
سُن کے اکبر کی یہ اذاں زینبؑ
حال پر تیرے رو رہی ہے زمیں
اور غمگیں ہے آسماں زینبؑ
چیخیں ہر سمت سُن کے اپنوں کی
پائیں آخر سکوں کہاں زینبؑ

اور کب تک اُٹھائیں ہم ایذا
پوچھتی ہیں یہ بیبیاں زینبؑ

جس کو اٹھارہ سال پالا تھا
مر گیا کھا کے وہ سِناں زینبؑ

بھیڑ غیروں کی بے ردا ہے تو
اور اُس پر یہ برچھیاں زینبؑ

اور کیا کیا ابھی دِکھائے گا
جلتے خیموں کا یہ دُھواں زینبؑ

تُجھ پہ ٹوٹا ہے ظلم کا محشر
تیرے چہرے سے ہے عیاں زینبؑ

کیسے جھیلیں بھلا سکینہ نے
قید خانے کی سختیاں زینبؑ

سجدۂ شُکر کر رہے ہیں علیؑ
پاکے تُجھ جیسی بیٹیاں زینبؑ

خوں کے آنسو ہمیں رُلاتی ہے
کربلا کی یہ داستاں زینبؑ

غم سے لبریز آپ کا نوحہ
کر رہا ہے رضؔا بیاں زینبؑ

قید سے کب رہائی ملے گی

تھی سکینہؑ کے دل کی فُغاں۔قید سے کب رہائی ملے گی
سانس لینا ہے دوبھر یہاں۔قید سے کب رِہائی ملے گی

مجھکو کِس کی نظر یہ لگی ہے۔ مجھ سے روٹھی ہوئی ہر خوشی ہے
زندگی ہوگئی ہے گراں۔قید سے کب رہائی ملے گی

کتنی حسرت سے پہنی تھیں ہم نے۔چھین لیں وہ بھی اہل ستم نے
مجھ کو پیاری تھی جو بالیاں۔قید سے کب رہائی ملے گی

یاد صغرا بہن کی ستائے ۔کاش لینے مجھے کوئی آئے
اب تو پتھرا گئیں پتلیاں۔قید سے کب رہائی ملے گی

نیند آنکھوں میں میرے نہاں ہے میرے بابا کا سینا کہاں ہے

نیند آئے تو کیونکر یہاں ۔قید سے کب رہائی ملے گی

اتنے جھیلے ہیں ظلموں کے حملے ۔خوں ٹپکتا ہے اشکوں کے بدلے
غم کی چھائی ہیں وہ بدلیاں۔قید سے کب رہائی ملے گی

رات آئے کہ پھر ہو سویرا ۔قید میں ہر گھڑی ہے اندھیرا
کب مٹیں گی یہ تاریکیاں۔قید سے کب رہائی ملے گی

کوئی سنتا نہیں آہ و زاری۔جان پر بن گئی ہے ہماری
قید میں ہیں بہت سختیاں۔قید سے کب رہائی ملے گی

ساتھ اپنوں کے جب کھیلتی تھی۔ زندگی ہائے کتنی بھلی تھی
یاد آتا ہے مجھ کو مکاں ۔قید سے کب رہائی ملے گی

اور کب تک ستم میں اُٹھاؤں۔ سہتے سہتے یونہی مر نہ جاؤں
جان لیوا ہیں پابندیاں ۔قید سے کب رہائی ملے گی

نوحہ بالی سکینہ کا سُن کر ۔تھا رضاؔ قید خانے میں محشر
سُن کے روئیں سبھی بیبیاں۔قید سے کب رہائی ملے گی

مدد کرو بابا

سکینہؑ کہتی تھیں رو کر مدد کرو بابا
حیات تنگ ہے مجھ پر مددکرو بابا
عجیب ظلم ہے پانی ہمیں نہیں دیتے
ہے آنسوؤں سے گلا تر مددکرو بابا
یتیم بچّوں پر آتا نہیں ترس اِن کو
یہ آدمی ہیں کہ پتّھر مددکرو بابا
نکل کے سوئے نجف بھی میں جا نہیں سکتی
ہیں ارد گرد ستمگر مددکرو بابا

تمہارے بعد وہ ظلم وستم ہوئے ہم پر
نہ ہوں گے اور کسی پر مدد کرو بابا

زبان خُشک ہے ہاتھوں میں خالی کوزے ہیں
چچا نہ آئے پلٹ کر مددکرو بابا

ہوئی جو شام تو گھر مِل گیا پرندوں کو
مجھے نصیب نہیں گھر مددکرو بابا

نہیں ہے عُمر مری سختیاں اُٹھانے کی
میں مر نہ جاؤں تڑپ کر مددکرو بابا

یہ جھڑکیاں یہ تماچے یہ بیڑیاں یہ رسن
رواں ہیں ظلم کے خنجر مددکرو بابا

ہر ایک بات پہ دُرّے لگائے جاتے ہیں
عجب ہے رسم یہاں پر مددکرو بابا

رسن میں جکڑا ہے کچھ اِس طرح گلا میرا
ہے سانس لینا بھی دوبھر مددکرو بابا

رضاؔ نہ پھر کوئی آواز آئی زنداں سے
سکینہؑ مر گئی کہہ کر مددکرو بابا

آپ کہاں ہیں

رو رو کے سکینہ نے کہا آپ کہاں ہیں
بس اتنا بتا دیجے چچا آپ کہاں ہیں

یہ کہہ کے گئے تھے کہ ابھی لاتا ہوں پانی
سُوکھا ہے مرا کب سے گلا آپ کہاں ہیں

ہوتی ہے یہاں ظلم کی ہر سمت سے بارش
ہر پل ہے قیامت سے بھرا آپ کہاں ہیں

حسرت تھی کہ دیکھوں علی اکبرؑ کا میں سہرا
وہ خواب بھی مٹی میں ملا آپ کہاں ہیں

پانی کی جگہ پیاس بجھی اشکوں سے میری
اب کِس سے کروں میں یہ گِلا آپ کہاں ہیں

کب تک میں تشدّد کو سہوں کچھ تو بتائیں
ہو جاؤں نہ دنیا سے جدا آپ کہاں ہیں

دیکھی نہیں جاتی ہے پھوپھی جان کی حالت
کسِ کسِ کو سنبھالیں وہ بھلا آپ کہاں ہیں

چھینے یوں لعینوں نے مرے کانوں سے گوہر
کانوں سے مرے خون بہا آپ کہاں ہیں

کیا کوئی بھتیجی سے خطا ہو گئی عمّو
کس بات پہ ہیں مجھ سے خفا آپ کہاں ہیں

افسوس کہ چہرے پہ طمانچوں کے نِشاں ہیں
کرُتا ہے مرا خوں سے بھرا آپ کہاں ہی

سیدانیاں ہیں شام کے بلوے میں کُھلے سر
بِن آپ کے یہ حال ہوا آپ کہاں ہیں

آجایئے اب کب سے بلاُتی ہے بھتیجی
دوں آپکو کب تک میں صدا آپ کہاں ہیں

روتے ہیں رضؔا شمس و قمر اشک بہا کے
نوحہ جو سکینہؑ کا سُنا آپ کہاں ہیں

جینا علیؑ سے سیکھ لو مرنا حسینؑ سے

سب کچھ مِلے گا تمکو شہِ مشرقین سے
دیکھو تو مانگ کر دلِ زہرا کے چین سے
گزرے گی ساری عُمر بڑے زیب و زین سے
سیکھو وفائیں فاطمہؑ کے نورِ عین سے
جینا علی سے سیکھ لو مرنا حسینؑ سے

صبر و ثبات و عزم کی شمعیں جلائے جا

عباسؑ نامدار کا پرچم اُٹھائے جا

زہراؑ کے لال کی صفِ ماتم بچھائے جا

خوش ہوتا ہے خدا بھی عزائے حسینؑ سے

جینا علیؑ سے سیکھ لو مرنا حسینؑ سے

سانسوں میں اپنی شاہ کے رنج و الم رہیں

ذہنوں میں اپنے تعزیہ مشک و علم رہیں

جس وقت تک بھی زندہ زمانے میں ہم رہیں

فرصت ملے نہ ذِکر شہِ مشرقین سے

جینا علیؑ سے سیکھ لو مرنا حسینؑ سے

کرتے رہو عبادتِ ذکر شہِ اُممؑ

پڑھتے رہو زِیارت شبیر دم بہ دم

ہوگا خدا کا تم پہ سدا غیب سے کرم

دونوں جہاں میں عُمر گذارو گے چین سے

جینا علیؑ سے سیکھ لو مرنا حسینؑ سے

مولا کا جوبھی میرے عزادار ہو گیا

یعنی غُلامِ میثمِ تمّار ہوگیا

دنیا و آخرت کا وہ حقدار ہو گیا

موت آگئی تو سوئے گا جنّت میں چین سے

جینا علیؑ سے سیکھ لو مرنا حسینؑ سے

کہتا ہے ذرّہ ذرّہ یہی کائنات کا

ذِکر غمِ حسین ہے مقصدِ حیات کا

یہ ہے ہمارے واسطے رستہ نجات کا

پائیں گے ہم حیاتِ شہؑ دیں کے بین سے

جینا علیؑ سے سیکھ لو مرنا حسینؑ سے

سینہ زنی کریں گے ہے جب تک کہ دم میں دم

ذِکر غمِ حسینؑ سے آنکھیں رہیں گی نم

جذبہ حُسینیت کا نہیں ہوگا دل سے کم

ہے عشق ابنِ فاتحِ بدر و حُنین سے

جینا علیؑ سے سیکھ لو مرنا حسینؑ سے

ہے نفس کا سکون غمِ شاہِ دو جہاں

پیدا ہوئے ہیں لے کے محرّم کی ہم زباں

روئیں گے کربلا پہ رضاؔ ہم یہاں وہاں

ورثے میں غم مِلا ہے ہمیں والدین سے
جینا علیؑ سے سیکھ لو مرنا حسینؑ سے

کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

ظلم کی تاریکیوں میں وارثِ تطہیر ہے
عابدِ بیمار ہیں اور لشکرِ بے پیر ہے
بے ردا سیدانیوں کی فِکر دامنگیر ہے
طوق ہے ماتم کُناں گریہ کُناں زنجیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

بیبیاں سہمی ہوئی بیٹھی ہیں بچوں کو لیے
رنج و غم دل میں چُھپائے اور اشکوں کو پیے
ہچکیاں سُن لیں نہ ظالم سب ہیں ہونٹوں کو سیے
روئیں تو دُرّے لگاتا لشکر بے پیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

اشقیا شبیرؑ کے خیمے جلانے آگئے
بیبیوں کو اِک نئے غم میں رُلانے آگئے

چھوٹے چھوٹے بچوں کو ظالم ستانے آگئے
رنج و غم میں مُبتلا پھر شاہ کی ہمشیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

دل کو تھامے رن میں بیٹھی ہے ربابِ غمزدہ
خون کے آنسو بہا کر رو رہی ہے مامتا
ہائے کیا سوچا تھا ماں نے اور ماں کو کیا ملا
دیکھئے بھالوں کی زد پر لاشۂ بے شیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

عابدِ بیمار سے بولی سکینہؑ بھائی جان
درد پیدا کر رہے ہیں یہ طمانچوں کے نشان
اس ہماری بے بسی پر رُو رہا ہے آسمان
ہائے یہ کرب و بلا اِک حشر کی تصویر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

باغ زہراؑ کی بہاروں پر لگی کس کی نظر
پتّا پتّا بوٹا بوٹا آ گیا ہے خاک پر
جو کبھی سرسبز تھے سوکھے ہوئے ہیں وہ شجر
گلستانِ مصطفیؐ کی کیا یہی توقیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

پتّھروں کے شہر میں کانٹوں بھرا ہے راستا

عابد بیمار ہے اور ظالموں سے واسطا
خیر ہو شمع اِمامت بجھ نہ جائے اے خدا
کِس قدر بیمار ہے اور پاؤں میں زنجیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

کس قدر دُشوار تھی آل نبیؐ پر رہگذر
تھا بِنا محمِل کے اونٹوں کا یہ طولانی سفر
موت آ جاتی تھی اس کو گِر گیا کوئی اگر
ہر مصیبت آلِ پیغمبر کی دامنگیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

حال پر سیدانیوں کے عرش والے رو دئے
رات بھی روتی رہی دن کے اجالے رو دئے
سید سجّاد کے پیروں کے چھالے رو دیے
شام کی تاریکیوں میں حیدری تنویر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

بڑھ رہی تھیں دم بہ دم شمرِ لعیں کی سختیاں
بے ردا بلوے میں تھیں کونین کی شہزادیاں
چل رہی تھیں ہر طرف ظلم وستم کی آندھیاں
کشمکش دل میں لئے پھر وارث ِشبیرؑ ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

تازیانوں کی سزا سے خون تھا رِستا ہوا

پیرہن ہر ایک کا تھا پُشت سے چپکا ہوا
کارواں چلتا رہا ظلم وستم سہتا ہوا
رُخ پہ ہر قیدی کے غم کی داستاں تحریر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

ظلم کی دہشت سے اپنوں کا تڑپنا دیکھ کر
دیکھ کر بچوں کو ماؤں کا پھڑکنا دیکھ کر
چاند سے چہروں سے خوں کا وہ ٹپکنا دیکھ کر
عابدؑ مضطر کے دل میں چُبھ رہا اک تیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

قافلہ دربار سے کچھ دور پر روکا گیا
بے اجازت بیبیوں سے پھر نہیں بیٹھا گیا
اِک مُنادی قیدیوں سے بس یہی کہتا گیا
سج رہا ہے قصرِ حاکم بس ذرا تاخیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

ہنس رہے ہیں سب تماشائی گھروں سے جھانک کر
کوئی چہرے پر ستم ڈھاتا ہے کوئی پُشت پر
ختم ہیں سیدانیوں پر ظلم کے سارے ہُنر
شام کی تاریکیوں میں حیدری تنویر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

اِک تماشائی نے پوچھا شِمر سے سچ سچ بتا

ایسے نورانی صِفت چہرے بھی قیدی ہیں بھلا
مجھ کو تو ایک ایک قیدی لگ رہا ہے پارسا
اِنکے چہروں پر تو روشن رحمتی تنویر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

شِمر نے سُن کر تماشائی کی باتیں یہ کہا
کام کر اپنا نہیں تو جانتا کچھ ماجرا
ہیں حکومت کے یہ باغی اس لئے پائی سزا
قید خانہ ہی فقط اِن سب کی اب تقدیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

شک ہوا اُسکو سُنا جب شِمر کا اس نے بیان
خدمتِ زینبؑ میں آیا اور پوچھا مہربان
کون ہو تم لوگ بی بی اور کیا ہے خاندان
کیا سروں پر یہ تمھارے ظلم کی شمشیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

بولیں زینب کیا بتائیں ہم تمھیں اپنا نسب
مصطفیٰ نانا تھے میرے بھائی تھا شیرِ عرب
فاتحِ خیبر کی بیٹی ہوں کہ ہے زینبؑ لقب
اور سُن وابستہ ہم سے چادرِ تطہیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

تُجھ کو کچھ معلوم ہے کیا کیا سِتم ڈھائے گئے

بہترآنسو — رضالکھنوی

ہم مدینے سے یہاں دُھوکے سے بُلوائے گئے
قید کرکے کربلا سے شام پھر لائے گئے
اُمّتِ عاصی کے ہاتھوں لُٹ چکی جاگیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

سُن کے زینبؑ کی فُغاں اُس شخص کو سکتا ہوا
گر پڑا قدموں پہ شہزادی کے اور کہنے لگا
میں بھی شامل تھا اِنھیں میں ہوں میں مجرم آپ کا
ہوں معاف اپنی خطائیں کیا کوئی تدبیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

آئی فوج اشقیا سے اِک مُنادی کی صدا
سامنا کرنا ہے سب کو اب امیرِ شام کا
گر کیا انکار پائے گا وہ کوڑوں کی سزا
جان لو میری سزامیں موت کی تاثیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

سیدِ سجادؑ سے بولی یہ زینبؑ میری جاں
ہم کو دینا ہے ابھی کچھ اور بیٹا امتحاں
اور سہنا ہیں یزید و شمر کی گُستاخیاں
ظلم کے ایوان میں یہ اک نئی تعمیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

ننگے سر اہلِ حرم کے واسطے یہ اِنتظام

هائے غیروں سے بھرا ہے ہر طرف دربارِ شام
طوق اور زنجیر میں جکڑا امام ابنِ امام
خواب ابراہیم تیری کیا یہی تعبیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

سامنے بیٹھا ہوا تھا تخت پر ابنِ پلید
بولا حاکمِ ہوں یہاں کا نام ہے میرا یزید
پھر مخاطبِ ہوکے پوچھا سب سے یہ اُس نے مزید
یہ بتاؤ کون تم میں شاہؑ کی ہمشیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

سُن کے فضہ طیش میں بولیں کہ سُن اے بے ادب
میں نے مانا ظُلم سے اِس وقت ہیں سب جاں بلب
سر کُھلے دربار میں ہیں ہستیاں فخرِ عرب
قبضۂ قُدرت میں اِنکے خُلد کی جاگیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

غیظ میں زینب نے پھرابنِ شقی سے یہ کہا
تُجھ کو سب معلوم ہے معصوم ہیں ہم بے خطا
خوف کر کرنا ہے تُجھ کو بھی خدا کا سامنا
آتشِ دوزخ میں جلنا ہی تیری تقدیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

اِتنے میں بی بی سکینہ پر پڑی اُس کی نظر

بہتر آنسو
رضا لکھنوی

بولا دیکھوں چاہتے ہیں آپکو کتنا پدر
باپ کو آواز دیں اور گود میں آجائے سر
گر نہیں ایسا ہوا تو قید کی زنجیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

سُن کے دُکھیا نے کہا بابا کرم فرمائیے
غمزدہ بیٹی کی حالت پر ترس کچھ کھائیے
دے رہی ہوں واسطہ گودی میں میری آئیے
آپ کی بیٹی کے بچنے کی یہی تدبیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

آگیا بیٹی کے ہاتھوں پر سرِ شاہِ اُمم
دیکھ کر ہاتھوں پہ سر کو بڑھ گیا کچھ اور غم
کہہ رہی تھی ہچکیاں لے لے کے بیٹی دم بہ دم
مجھ کو بابا موت آنے کی فقط تاخیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرت ِشبیرؑ ہے

بیٹی سے ہوکر مخاطب شاہؑ نے پھر یہ کہا
ساتھ اپنے جو ہوا سب ہے یہ مالک کی رضا
پونچھ کر آنسو کرو بس شُکر کا سجدہ ادا
حق پسند اِنسان کی بیٹی یہی تقدیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

زندگی اپنی نچھاور ہے غمِ شبیرؑ پر

ہم گلا رکھ دیں گے ہنس کر ظلم کی شمشیر پر
فخر کرتے ہیں رضاؔ ہم اس لئے تقدیر پر
ہر مصیبت میں یہ غم اپنے لئے اِکسیر ہے
کیسا منظر بعدِ قتلِ حضرتِ شبیرؑ ہے

عمّو مدد کو آیئے کوئی نہیں رہا

رُخ کر کے علقمہ کا سکینہ نے یہ کہا
عمّو مدد کو آیئے کوئی نہیں رہا

اصغرؑ پلٹ کے آئے گا کیسے سُلاؤں گی
شعلوں میں میرے بھائی کا جھولا بھی جل گیا

کیا کیا بتاؤں ظلم جو مجھ پر ہوئے یہاں
کانوں سے چھینیں بالیاں اور خوں بہا کیا

ہم کِس جگہ پر آ گئے کیسے یہ لوگ ہیں
میہماں بُلا کے ہمکو پریشان کر دیا

دیکھو تو آ کے حالت بیمار کربلا
پیروں میں بیڑیاں ہیں تو ہے طوق میں گلا

اُن کو ستائے جِن کا مدد گار ہو کوئی
کھائے ترس یتیمہ پہ کہہ دے کوئی ذرا

روتی ہوں سوچ سوچ کے اصغرؑ کی پیاس کو
تڑپا کِیا زمین پہ پانی نہیں مِلا

تم ہی بتاؤ نیند مجھے آئے کس طرح
سینے پہ جِس کے سوتی تھی وہ بھی نہیں رہا

اِس عُمر میں بھی اتنے ستم مجھ پہ ڈھائے ہیں
رُخ پر طمانچے ایسے لگے خون آ گیا

عمّو کی خیر ہو مرے عمّو کی خیر ہو
پروردگار کیوں ہے مرا دل ڈرا ڈرا

اب بھی نہ آئے تو مجھے زندہ نہ پاؤ گے
کہہ کر سکینہؑ مر گئی آئی نہ پھر صدا

تحریر کر کے نوحہ رضاؔ ہائے رات بھر
کیسے سکون پایا یہی سوچتا رہا

ہائے اصغرؑ میرے ہائے اصغرؑ

روزِ عاشور کہتی تھی مادر۔ہائے اصغرؑ مرے ہائے اصغرؑ
کیسے دل کو سکوں ہو میسّر۔ہائے اصغرؑ مرے ہائے اصغرؑ

کیسی تقدیر میں نے ہے پائی۔ مِل گیا دل کو داغ جدائی
دل کے ٹکڑے ہوئے ہیں بہتّر۔ہائے اصغرؑ مرے ہائے اصغرؑ

ہائے کرب و بلا کی زمیں پر۔ چین پایا نہ دل نے کہیں پر
یہ زمیں ہے غموں کا سمندر۔ہائے اصغرؑ مرے ہائے اصغرؑ

تیری تشنہ لبی کے میں واری۔ اَشک اب بھی ہیں آنکھوں سے جاری

سوکھے ہونٹوں پہ قرباں ہو مادر۔ہائے اصغرؑ مرے ہائے اصغرؑ

ایسی ماں کو نہ اپنی سزا دو۔ہو کہاں لال مجھو صدا دو
آؤ آؤ میری جان اصغر۔ہائے اصغرؑ مرے ہائے اصغرؑ

دل کے ارماں کرے کون پورے۔رہ گئے خواب مرے ادھورے
حسرتیں رہ گئیں ہائے گھُٹ کر۔ ہائے اصغرؑ مرے ہائے اصغرؑ

رات تاریک سُنسان صحرا۔ہر طرف ہے لعینوں کا پہرا
تم کو چھوڑوں اکیلا میں کیوں کر۔ہائے اصغرؑ مرے ہائے اصغرؑ

جب پدر نے مدد کو بُلایا۔خود کو جھولے سے تم نے گرایا
مسکرائے سنا تیر کھا کر۔ہائے اصغرؑ مرے ہائے اصغرؑ

تم کو ڈھونڈوں کہاں تم کو پاؤں۔روتے روتے یونہی مر نہ جاؤں
سانس گھُٹتی ہے سینے کے اندر۔ہائے اصغرؑ مرے ہائے اصغرؑ

رن میں کم سنِ تیری ذات واحد۔فخر ہے تجھ پہ ننھے مجاہد
گورے گالوں پہ قُرباں ہو مادر۔ہائے اصغرؑ مرے ہائے اصغرؑ

ہنسلیوں والے معصوم بچے۔ کر کے تجھ کو خدا کے حوالے

جا رہی ہے یہ مجبور مادر ۔ہائے اصغرؑ مرے ہائے اصغرؑ

ایسی دیکھی نہیں میہمانی۔ ہائے اصغر نے پایا نہ پانی
کربلا میں رضاؔ اِک تھا محشر ۔ہائے اصغرؑ مرے ہائے اصغرؑ

مرے عمّو اگر ہوتے

سکینہؑ کہتی روکر مرے عمّوؑ اگر ہوتے
نہ ہوتا ظلم یہ مجھ پر مرے عمّوؑ اگر ہوتے
جھلاتی تھی جسے جھولا وہ اصغر کھو گیا میرا
نہ سوتا گرم ریتی پر مرے عمّوؑ اگر ہوتے
تبھی تو پیاس کی شدّت سے بچوں میں تلاطم ہے
گلے پانی سے ہوتے تر مرے عمّوؑ اگر ہوتے
نہ بہتا خون کانوں سے نہ چھنتیں بالیاں میری

پلٹ جاتے سبھی منظر مرے عمّوؑ اگر ہوتے
رَسن ہے ایک اور بارہ گلے یہ ظلم ہے کیسا
نہ چلتے دل پہ پھر نشتر مرے عمّوؑ اگر ہوتے
نہ لگتی آگ خیموں میں نہ خوف تیرگی ہوتا
نہ ہوتا خاک پر بستر مرے عمّوؑ اگر ہوتے
طمانچوں تازیانوں سے نہ ہوتی پشت یوں زخمی
نہ کرُتا خوں سے تر ہوتا مرے عمّوؑ اگر
ہوتے
دھواں ہے آگ ہے ہر سو عجب شامِ غریباں ہے
نہ ہم یہ دیکھتے منظر مرے عمّوؑ اگر ہوتے
سبھی سیدانیاں بالوں سے اپنا منہ چھپاتی ہیں
نہ چھنتی سر سے پھر چادر مرے عمّوؑ اگر ہوتے
سکینہ کی فُغاں سُن کر کلیجا منہ کو آ پہنچا
یہی کہتی رہی مضطر مرے عمّوؑ اگر ہوتے
صدا دے دے کے غازی کو رضاؔ اس قید خانے میں
سکینہ مر گئی کہہ کر مرے عمّوؑ اگر ہوتے

مجھ کو بچا لو عمّو

تھی سکینہؑ کی صدا مجھ کو بچا لو عمّو
اک نظر عصر کے ہنگام پہ ڈالو عمّو

ایک مدّت سے نہیں دیکھا بہن صغراؑ کو
راستہ مجھ کو مدینے کا بتا دو عمّو

کان زخمی ہیں مرے نیل ہیں رُخساروں پر
تازیانوں سے مجھے آکے بچا لو عمّو

پیاس کی آگ سے بُھنتا ہے کلیجا میرا
صرف دو قطرے مجھے پانی پلا دو عمّو

یا مری گود میں وہ پھول سا اصغر دیدو
یا مجھے پہلوئے اصغر میں سُلادو عمّو

بوجھ زنجیروں کا کس طرح اُٹھائے بیمار
بھائی عابد کو ذرا آکے سنبھالو عمّو

وارث چادر تطہیر ہے اپنا کُنبہ
ان لعینوں کو ذرا اتنا بتا دو عمّو

جھڑکیاں دیتے ہیں ہر بات پر اعدا مجھ کو
مجھ کو ظالم کے طمانچوں سے بچا لو عمّو

عمر چھوٹی ہے تو ہیں بال بھی چھوٹے میرے
کیسے چہرے کو چھپاؤں یہ بتا دو عمّو

مجھ سے ناراض ہو کس بات پہ کچھ تو بولو
کچھ خطا میری ہو گر مجھ کو سزا دو عمّو

آخری سانس سکینہ نے رضاؔ لی تو کہا
آؤ گودی میں مجھے آ کے اُٹھا لو عمّو

یہ ظلم کیسا ہے

یہ فِضّہ کہتی تھی رو کر یہ ظلم کیسا ہے
ہیں زخم دل میں بہتر یہ ظلم کیسا ہے

وہ جلتی ریت جو جُھلسا دے جسم کو سارے
اُسی پہ لیٹا ہے اصغرؑ یہ ظلم کیسا ہے

مدد کو جائے ذرا کوئی تو سرِ مقتل
گِھرے ہیں فوج میں سرورؑ یہ ظلم کیسا ہے

سحر سے آج سبھی جا رہے ہیں مقتل کو
نہ آیا کوئی پلٹ کر یہ ظلم کیسا ہے

ہماری پیاس بجھانے کو صرف آنسو ہیں
نہیں ہے پانی میسر یہ ظلم کیسا ہے

فرُات پاس ہے پھر بھی یہ بے بسی دیکھو
کلیجہ رہ گیا بھُن کر یہ ظلم کیسا ہے

سرہانے بیٹھ کے لاش پسر سے یہ بولی
تجھے بُھلاؤں گی کیوں کر یہ ظلم کیسا ہے

ہمیں بچے ہیں زمانے کے ظلم سہنے کو
ہمیں پہ ختم ہے محشر یہ ظلم کیسا ہے

کہاں ہیں عون و محمد کو ڈھونڈ کر لاؤ
کہاں ہیں اکبرؑ و اصغرؑ یہ ظلم کیسا ہے

ردائیں چھن گئیں پردہ ہے اب اندھیروں کا
زمین گرم ہے بستر یہ ظلم کیسا ہے

سکون ایسی زمیں پر ہمیں ملے کیسے
یہاں ہیں ظلم کے خنجر یہ ظلم کیسا ہے

رضا اُنھیں پہ مسلمان ظلم ڈھاتے ہیں
کہ ہیں جو وارثِ حیدرؑ یہ ظلم کیسا ہے

نگاہ اٹھتے ہی مقتل کی سمت لگتا ہے
مجھے اِشاروں سے جیسے کوئی بلاتا ہے

کِسی بھی بچے کی آواز سُن کے رونے کی
یہ دِل غموں کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے

وہ ننھے ہاتھ وہ آنکھیں وہ چاند سی صورت
بُھلاؤں جتنا بھی وہ اور یاد آتا ہے

وہ رن میں نیزوں سے اعدا کی ڈھونڈنا تربت
وجود جس کے تصور سے تھر تھراتا ہے

کوئی بھی پوچھ لے اصغر سے یہ خدا کے لئے
اکیلا چھوڑ کے ماں کو بھی کوئی جاتا ہے

نہ جانے کون جُھلاتا ہے اب اسے جھولا
نہ جانے کون اُسے لوریاں سناتا ہے

رضاؔ بہاتا ہوں اصغر کی یاد میں آنسو
وہ سانحہ مجھے جس دم بھی یاد آتا ہے

بہت رُلاتا ہے

یہ بولی بانوئے مضطر بہت ستاتا ہے
خیال اصغرؑ بے شیر جب بھی آتا ہے

اگر چہ نیند مجھے آگئی کسی پل میں
وہ میرے خواب میں آ آ کے مسکراتا ہے

ہے عُمر چھوٹی یہ بچہ دہل نہ جائے کہیں
یہی خیال مجھے ہر گھڑی ستاتا ہے

مظالم سے ہمیں آ کر بچاؤ

سکینہؑ نے کہا عمّو اب آؤ
مظالم سے ہمیں آ کر بچاؤ
سکوں دل کو نہیں جھولا ہے کھالی
مرا اصغر کہاں ہے یہ بتاؤ
گئے مشک و علم کے ساتھ جب تم
وہاں کیا تم پہ گزری یہ بتاؤ
میرے عمو میرا کچھ دل تو بہلے
میری بھی کچھ سنو اپنی سناؤ
طمانچے جھڑکیاں دُروں کی بارش
مظالم ہیں یہاں جس سمت جاؤ

تمھاری لاڈلی کو اس زمیں پر
ہر اک پل موت کا خطرہ ہے آؤ
بہت سوکھے گلے ہیں خالی کوزے
بھتیجی سے کیا وعدہ نبھاؤ
نہیں ممکن اگر پانی پلانا
عدو سے تم میرے گوہر دلاؤ
ہجوم اشقیا اور میں کھلے سر
ذر اآکر مجھے چادر اُڑھاؤ
تمھیں تو آسرا ہو میرے دل کا
رہوں کیسے میں تن یہ بتاؤ
ستم ہم پر ہی کیوں ڈھاتے ہیں اعدا
سزا کس بات کی ہے یہ بتاؤ
بنائی شہؑ نے جیسے حر کی قسمت
رضاؔ کی زندگی بھی تم بناؤ

ہائے نانا پیمبرؐ دہائی

رُو کے کہتی تھیں یہ بنت زہراؑ ۔ ہائے نانا پیمبرؐ دہائی
لُٹ گیا وہ چمن مرتضیٰ کا ۔ہائے نانا پیمبرؐ دہائی

دل کو کیسے بھلا چین آئے۔وہ ستم ہم اسیروں پہ ڈھائے
رہ گیا ہے دَہل کر کلیجا ۔ ہائے نانا پیمبرؐ دہائی

ایسی عابد کی تھی غیر حالت ۔راہ چلنے میں تھی اُس کو دقت
یوں بدن بیڑیوں سے تھا جکڑا۔ہائے نانا پیمبرؐ دہائی

بچے روتے رہے گڑگڑا کر ۔ظلم ڈھاتا رہا ان پہ لشکر
یہ بھی منظر ان آنکھوں نے دیکھا۔ ہائے نانا پیمبرؐ دہائی

اس ضعیفی میں مظلوم سرور۔ لائے لاشوں پہ لاشے اُٹھا کر
اُن سے اکبر کا لاشہ نہ اُٹھا۔ہائے نانا پیمبرؐ دہائی

تھے فِدا جس کی صورت پہ سرور۔ پیارا پیارا وہ معصوم اصغرؑ
گرم ریتی پہ پیاسا ہی تڑپا۔ ہائے نانا پیمبرؐ دہائی

بُھو کے پیاسے رہے غم نہیں ہے۔ کیوں کھلے سر رہے غم یہی ہے
اس سے بہتر تھا خیموں میں جلنا۔ہائے نانا پیمبرؐ دہائی

خوف سے تھرتھراتے تھے سائے۔وہ گھڑی پھر دوبارہ نہ آئے
کر رہا ہے دعا دل یہ میرا۔ ہائے نانا پیمبرؐ دہائی

ایک عباسؑ تھا سب پہ بھاری۔جس کی ہیبت تھی لشکر پہ طاری
اُس جری ~~کو بھی دھوکے سے مارا۔ہائے نانا پیمبرؐ~~ دہائی

راس آئی نہ اس کو جوانی۔ ہائے قاسم حسن کی نشانی
اس کا لاشہ بھی ٹاپوں سے روندا۔ ہائے نانا پیمبر دہائی

روز عاشور محشر تھا ہم پر۔ہم نے دیکھے قیامت کے منظر
لکھا تقدیر نے ایسا خاکا۔ ہائے نانا پیمبرؐ دہائی

گھر میں عون و محمد کے ہجرے۔ کر رہے ہیں کلیجے کے ٹکڑے
کیسے بھولوں گی میں اُنکا چہرا۔ ہائے نانا پیمبرؐ دہائی

اپنی روداد نانا سے کہہ کر۔ گر پڑی قبر پر بنتِ حیدر
گرتے گرتے زَباں پر یہی تھا۔ ہائے نانا پیمبرؐ
دہائی

سُن کے زینبؑ کی یہ آہ و زاری۔ قبر احمد پہ لرزہ تھا طاری
سُن کے رویا محمدؐ کا روضا۔ ہائے نانا پیمبرؐ دہائی

یہ زمیں بھی نہیں آسماں بھی ۔تارے شمس و قمر کہکشاں بھی
آج بھی پڑھ رہے ہیں یہ نوحا۔ ہائے نانا پیمبرؐ دہائی

لکھ کے یہ بین کرب و بلا کے۔ اشک رُکتے نہیں کیوں رضاؔ کے
ہو گیا ختم کب کا یہ نوحا۔ ہائے نانا پیمبرؐ دہائی

نہ رونا سکینہؑ نہ رونا سکینہؑ

یہ کہتے تھے سرورؑ ستائیں گے اعدا۔ نہ رونا سکینہؑ نہ رونا سکینہؑ
اگر خوں سے ~~تر ہو یہ کرتا تمھارا۔ نہ رونا سکینہؑ نہ~~ رونا سکینہ

میرے بعد کانوں سے گوہر چھنیں گے۔ چھنیں گی ردائیں طمانچے لگیں گے
کہ خیموں کو آ کر جلائیں گے اعدا۔ نہ رونا سکینہؑ نہ رونا سکینہ

بڑا پُرخطر ہوگا بیٹی وہ منظر۔ جلائے گا لوٹے گا اسباب لشکر
بچے گا نہ شعلوں سے اصغر کا جھولا۔ نہ رونا سکینہؑ نہ رونا سکینہؑ

جو نیند آئے ہمکو نہیں تُم بلانا۔ ہمیں ڈھونڈنے سوئے مقتل نہ جانا
یہیں اَپنی مادر کے پہلو میں سونا۔ نہ رونا سکینہؑ نہ رونا سکینہؑ

رَسن بازوئں میں حرم کے بندھے گی۔ تو عابدؑ کے پیروں میں رسّی بندھے گی
تمھیں شمر مارے اگر تازیانا۔ نہ رونا سکینہؑ نہ رونا سکینہؑ
حرم شام میں جب کھلے سر پھریں گے۔ بہت سخت راہوں میں ظالم ملیں گے
جدا اپنی مادر سے ہرگز نہ ہونا۔ نہ رونا سکینہؑ نہ رونا سکینہؑ

ابھی بھائی اکبرؑ کے برچھی لگے گی۔ تمھیں قید خانے کی مٹی ملے گی
ابھی تم پہ ہوگا وہاں حشر برپا۔ نہ رونا سکینہؑ نہ رونا سکینہؑ

لگائیں گے اعدا طمانچے تمھارے۔ چھنیں گے تمھارے ابھی گوشوارے
پھرائیں گے در در اَبھی تمکو اعدا۔ نہ رونا سکینہؑ نہ رونا سکینہؑ

بپا ہوگا رَن میں ابھی ایک محشر۔ نہ عباسؑ ہوں گے وہاں اور نہ اکبرؑ
ڈرائے گا تمکو تمھارا ہی سایا۔ نہ رونا سکینہؑ نہ رونا سکینہؑ

ہے راہ خدا میں سبھی کچھ لٹانا۔ محمدؐ کی اُمّت ہمیں ہے بچانا
خدا کی رضاؔ ہے یہ میری تمنا۔ نہ رونا سکینہؑ نہ رونا سکینہؑ

جواب خط کا یہ شبیرؑ نے دیا صغراؑ

جواب خط کا یہ شبیرؑ نے دیا صغراؑ
ہمارے خون کے پیاسی ہیں اشقیا صغراؑ
عدو کی فوج نے نرغے میں لے لیا ہمکو
اَسیر دشت میں ہم سب کو کر دیا صغراؑ
ستم یہ اور ہوا ساتویں محرم کو
کہ ہم پہ بند یہ پانی بھی کر دیا صغراؑ
چلا تھا نصرت اسلام کو جو یثرب سے

وہ قافلہ سر مقتل یہاں لٹا صغراؑ

ستم ظریفوں نے پانی نہیں دیا اس کو

لحد میں اصغرِ بے شیر سو گیا صغراؑ

حسنؑ کا لال جو فروا کا نورِ عین بھی تھا

سُموں سے دشت میں پامال ہو گیا صغراؑ

لرز رہے تھے لعیں جس کے نام سے رن میں

وہ میرا بھائی بھی زندہ نہیں رہا صغرا

یہی نہیں کہ ستم کی حدیں یہاں تک ہیں

ابھی تو ظلم کا باقی ہے سلسلا صغراؑ

ہمارے بعد جلائیں گے اشقیا خیمے

چھنے گی زینبؑ و کلثومؑ کی رِدا صغراؑ

پڑے گی عابدِ مضطر کے پاؤں میں بیڑی

یہ سوچو کیسے چلے گا وہ راستا صغراؑ

چھنیں گی بالیاں کانوں سے پھر سکینہ کے

ستم یہ ہوگا سکینہ پہ بارہا صغراؑ

ہر اِک ستم ہے زمانے کا جھیلنا ہم کو

خدا کی ہے یہی اپنے لئے رضاؔ صغراؑ

چلے آؤ اب تو سکینہؑ پکارے

چلے آؤ اب تو سکینہؑ پکارے
گزاروں میں کیسے چچا بن تمھارے

میں غُربت میں ڈھونڈوں کہاں تم کو آخر
جو حالت ہے میری ہے سب تم پہ ظاہر
سنا ہے کہ سوتے ہو دریا کنارے
چلے آؤ اب تو سکینہ پکارے

بھتیجی کو بَن میں نہ چھوڑو اکیلا

کہِ اس سر زمیں پر نہیں کوئی میرا
بہت سنگدل ہیں مسلماں یہ سارے
چلے آؤ اب تو سکینہ پکارے

گئے جب سے دریا پہ تم لینے پانی
بہت غمزدہ ہے سکینہ تمھاری
ہیں ظلم وستم کے ہر ایک سمت دھارے
چلے آؤ اب تو سکینہ پکارے

یہاں پر ہیں بے پردہ ماں بہنیں پھوپھیاں
یہاں چل رہی ہیں کلیجے پہ چُھریاں
یہاں پر ہیں گردش میں اپنے ستارے
چلے آؤ اب تو سکینہؑ پکارے

کوئی ان سے پوچھے فقط اتنا جاکر
ملے گا انھیں کیا یوں ہم کو ستا کر
ہم آل نبیؐ کی ہیں آنکھوں کے تارے
چلے آؤ اب تو سکینہؑ پکارے

ہے ارمان اصغر کو گودی کھلاؤں
اور اکبرؑ کے سر پر میں سہرا سجاؤں
نہ پورے ہوئے ہائے ارماں ہمارے
چلے آؤ اب تو سکینہؑ پکارے

ستاتی ہے یادِ پدر سوتے سوتے
مجھے نیند آتی ہے اب روتے روتے
نہ تم آئے واپس نہ بابا ہمارے
چلے آؤ اب تو سکینہؑ پکارے

تھی پیش نظر ان کے میری یتیمی
مگر بالیاں یوں لعینوں نے چھینیں
ہے تکلیف کانوں میں اب تک ہمارے
چلے آؤ اب تو سکینہ پکارے

گذرتی ہے دل پر نہیں کہہ سکوں گی
یہ لگتا ہے زندہ نہیں رہ سکوں گی
اجل مجھ کو کرنے لگی ہے اشارے
چلے آؤ اب تو سکینہؑ پکارے

فغاں رنج و ماتم کی بستی بسے گی
لحد قید خانے میں میری بنے گی
یہاں کے یہ کہتے ہیں حالات سارے
چلے آؤ اب تو سکینہؑ پکارے

رضاؔ پر تمھاری ہو چشم عنایت
رضا کرتا رہتا ہے دن رات مدحت
رضا جی رہا ہے تمھارے سہارے
چلے آؤ اب تو سکینہؑ پکارے

خیمے جلیں گے

یہ بولے شہنشاہ اُمم خیمے جلیں گے
سوجائیں گے جب خاک پہ ہم خیمے جلیں گے

پہلے مرے بے شیر کا گہوارہ لٹے گا
پھر ظلم بڑھائے گا قدم خیمے جلیں گے

جو میرا سہارہ ہے اُسی شیر کے بازو
ہو جائیں گے دریا پہ قلم خیمے جلیں گے

زینبؑ کی ردا چھین کے بھی دل نہ بھرے گا
پھر ہوگا ستم پر یہ ستم خیمے جلیں گے

جھیلیں گے ہر اک لمحہ نیا ظلم یزیدی
بے یار و مددگار ہیں ہم خیمے جلیں گے

ظالم کے طمانچوں سے دہل جائیں گے بچے
ہوگا یہ یتیموں پہ ستم خیمے جلیں گے

کافی ہی نہیں پیاس کی تکلیف ہماری
باقی ہے ابھی اور ستم خیمے جلیں گے

کانوں سے سکینہ کے گہر چھینیں گے اعدا
بےچین بہت ہوں گے حرم خیمے جلیں گے

ٹکڑوں میں بدل جائے گا کچھ دیر کا دولھا
ٹوٹے گا یہ کبریٰ کا بھرم خیمے جلیں گے

سجاد کو شعلوں سے بچا لائے گی زینبؑ
جل جائے گا اسباب حرم خیمے جلیں گے

سُن سُن کے رضاؔ سرورؑ ذیشان کا نوحہ
ہر چہرہ ہوا دیدۂ نم خیمے جلیں گے

ظلم ہے رواں ہرسو

کہا رباب نے کیوں ظلم ہے رواں ہرسو
جدھر بھی دیکھئے منظر ہے خوں چکاں ہرسو

اَسیر ہو کے سوئے شام جا رہے ہیں حرم
ستم کی ٹھوکریں کھاتا ہے کارواں ہرسو

بچھڑ کے یاد میں جس کی تڑپ کے روتے ہیں
دکھائی دیتا ہے وہ طفلِ بے زباں ہرسو

حرم کی آہ و بکا سے زمیں لرزتی ہے
ہمارے حال پہ روتا ہے آسماں ہرسو

ہر ایک گام پہ ظلم و ستم کا پہرا ہے
نبیؐ کی آل سے اُمت ہے بدگماں ہرسو

اذیتوں کے فقط ہر طرف اندھیرے ہیں
غموں کی چھائیں ہیں گھنگھور بدلیاں ہرسو

نظر کے سامنے اصغر کا جل گیا جھولا
مری نظر میں ہے اب تک دھواں ہرسو

~~ہر ایک سمت ہیں لاشے~~ عجیب منظر ہے
زمین سُرخ ہے، ہے سُرخ آسماں ہرسو

بنے تھے گرم زمیں پر جو پائے عابدؑ سے
اب آسمان بھی ڈھونڈے گا وہ نشاں ہرسو

جو کربلا میں فغاں تھی رضؔا سکینہ کی
سنائی دیتی ہے اب بھی وہی فغاں ہرسو

قاسم آنکھیں کھولو تو

رن میں تھی فروہ کی دہائی۔قاسمؑ آنکھیں کھولو تو
یہ ماں تم سے ملنے آئی ۔قاسم آنکھیں کھولو تو

سونا سونا گھر ہے سارا۔قلب وجگر ہے پارا پارا
دل پہ گھٹا غم کی ہے چھائی۔ قاسم آنکھیں کھولوتو

تیرا غم میں سہہ نہ سکوں گی۔تجھ بن زندہ رہ نہ سکوں گی
جان پہ میری ہے بن آئی ۔قاسم آنکھیں کھولو تو

چین نہیں دل کو اک پل بھی ۔رونا آج بھی ہے اور کل بھی
کیسی شادی میں نے رچائی ۔قاسم آنکھیں کھولو تو

کہتی ہے روکر یہ سکینہؑ۔موت نے مجھ سے بھائی کو چھینا
قسمت کیسی میں نے پائی ۔قاسم آنکھیں کھولو تو

خون کلیجے کا بہہ بہہ کر۔آنکھ سے جاری ہے رہ رہ کر
کہتی ہے ماں غم کی ستائی ۔قاسم آنکھیں کھولو تو

کبرا تیرے غم کو سہے گی ۔اور خموشی لب پہ رہے گی
خوشیاں ہوئیں سب اُسکی پرائی۔قاسم آنکھیں کھولوتو

موت نے سہرا باندھا آ کر۔آئے نہ زنداں گھر سے جا کر
خون کی مہندی کیسی رچائی۔ قاسم آنکھیں کھولو تو

کیسا ہے یہ حال تمھارا۔جسم ہے سارا پارا پارا
کنگنے بن سونی ہے کلائی ۔قاسم آنکھیں کھولو تو

سر کو جھکائے شاہؑ کھڑے تھے۔عابدؑ مضطر غش میں پڑے تھے
بولی رضاؔ جب وہ ماں جائی ۔قاسم آنکھیں کھولو تو

وطن چلو بیٹی

کہا رباب نے رو کر وطن چلو بیٹی
یہ ماں ہو تم پہ نچھاور وطن چلو بیٹی

تڑپ تڑپ کے میں روتی ہوں ہر گھڑی اب تو
رہائی قید سے سن کر وطن چلو بیٹی

تیرے بغیر نہ جاؤں گی اب مدینے میں

ملے گا چین نہ پل بھر وطن چلو بیٹی

تجھے نہ پا کے مرے ساتھ اب مدینے میں
بہت وہ روئے گی دختر وطن چلو بیٹی

لعیں نے جو ترے کانوں سے رن میں چھینے تھے
ملے ہیں آج وہ گوہر وطن چلو بیٹی

زمین کرب و بلا میں لٹی تھی جو سر سے
لو اوڑھ کر وہی چادر وطن چلو بیٹی

کھلا پلا کے سُلایا کروں گی پہلو میں
اے میری لاڈلی دختر وطن چلو بیٹی

یہاں پہ ہے علی اکبرؑ نہ ہے علی اصغر
کہ اب حیات ہے دو بھر وطن چلو بیٹی

اُداس اہل حرم ہیں پھوپھی پریشاں ہے
تڑپ رہا ہے برادر وطن چلو بیٹی

گرا کے قبر سکینہ پہ خود کو رو رو کر
یہ بولی مادر مضطر وطن چلو بیٹی

ربابؑ قبر سکینہؑ سے جب رضاؔ اٹھی
ہر ایک لمحہ تھا لب پر وطن چلو بیٹی

زینبؑ بُلا رہی ہیں اِتنا اسے بتا دو

ائے گردش زمانہ عباسؑ کو بلا دو
زینب بُلا رہی ہیں اتنا اُسے بتا دو

کہنا بہن کی تم سے بس اِتنی التجا ہے
آواز اپنی میری آواز سے مِلا دو

کرب و بلا کے بن میں تڑپا جو تین دن تک
معصوم تشنہ لب کو پانی ذرا پلا دو

اِسلام کی بقا بس ہم اہل بیت سے ہے

اِس بات کا لعیں کو اِحساس تو دِلا دو

کوزہ لئے سکینہؑ اصغرؑ کو ڈھونڈتی ہے
کس جا وہ سو رہا ہے اتنا اُسے بتا دو

نرغے میں دُشمنوں کے ہم قید ہو گئے ہیں
ممکن ہو اس ستم کی دیوار کو گرا دو

اہل حرم کا تم ہی بس ایک آسرا ہو
معجز نما کے بیٹے ہو معجزہ دکھا دو

بی بی سکینہؑ جس کی خاطر تڑپ رہی ہے
شمر لعیں سے اُسکی وہ بالیاں دِلا دو

قاسمؑ کی لاش پر وہ فروہ کی تھی دہائی
بچے کو میرے آکر دولھا کوئی بنا دو

گریہ جو کر رہے ہیں اہل حرم تڑپ کر
ٹوٹے ہوئے دلوں کو اب آکے آسرا دو

ظلم و ستم نے کر دی عابد کی غیر حالت
بیمار ہے بھتیجا کچھ دیر کو سُلا دو

قاسمؑ کی لاش پر یہ کہتی تھیں اُمّ فروہ

کبراؑ کو کس پہ چھوڑا بیٹا ذرا بتا دو

مولا رضاؔ کی تم سے بس ایک التجا ہے

میرا مقام آخر جنّت کا در بنا دو

میں کب مدینے جاؤں گی

بولی سکینہ اۓ پھوپھی ۔ میں کب مدینے جاؤں گی

مدت ہے کتنی قید کی ۔ میں کب مدینے جاؤں گی

مشکل بہت ہے رہ گزر ۔ اور ہے اندھیرا اِس قدر

ممکن نہیں ہے روشنی ۔ میں کب مدینے جاؤں گی

کیسا اندھیرا چھا گیا۔ منھ کو کلیجہ آ گیا

سانسیں بچی ہیں نام کی ۔ میں کب مدینے جاؤں گی

کانوں میں جب تھیں بالیاں ۔ آخر وہ دن ہیں اب کہاں

اب میں ہوں اور ہے بےبسی ۔ میں کب مدینے جاؤں گی

ہر دم طمانچے جھڑکیاں ۔ ہر سو ہیں غم کی بدلیاں

ایسی یہاں ہے زندگی ۔ میں کب مدینے جاؤں گی

وہ دن کبھی تو آئیں گے ۔ ہم بھی سکون پائیں گے

دل میں عجب ہے بےکلی ۔ میں کب مدینے جاؤں گی

آتی ہے شام روز جب ۔ جاتے ہیں گھر کو سب کے سب

میرا بھی گھر ہے اے پھوپھی ۔ میں کب مدینے جاؤں گی

جاؤں گی میں بھی اپنے گھر ۔ دیکھوں گی گھر کے بام و در

ایسا بھی ہوگا کیا کبھی ۔ میں کب مدینے جاؤں گی

سُن کے سکینہ کے یہ بین ۔ کیسے پھوپھی کو ملتا چین

سُن کے ہوئی ہیں آنکھیں تر ۔ میں کب مدینے جاؤں گی

مجھ کو سکینہؑ اۓ رضاؔ ۔ لینے نہ کوئی آئے گا

کہتے ہوئے یہ سو گئی ۔ میں کب مدینے جاؤں گی

برچھی کا پھل وہ سینۂ اکبر کو چھید کر
چہرے کا رنگ زینب مضطر کا اُڑ گیا
آئی نہ رَن سے بیٹوں کی جس دم کوئی خبر
سورج ہوا غروب قیامت گزر گئی
لٹنے لگا حسینؑ کا اسباب و مال و زر
بے چین ہو کے ہاتھوں میں کوزہ لئے ہوئے
اصغر کو ڈھونڈتی تھی سکینہ اِدھر اُدھر
بیٹھی ہیں ہولناک اندھیروں کے درمیاں
مقتل کی سر زمین پہ زینبؑ جھکائے سر
خیموں کی آگ جسم کو جھلسا رہی تھی اور
اعدا کے ظلم روح کو کرتے تھے نوحہ گر
ہاتھوں میں رَسیاں تھیں تو پیروں میں بیڑیاں
ظلم وستم کے بعد بھی جاری رہا سفر
یہ عُمر اور بچوں کا اُونٹوں پہ بیٹھنا
ماؤں کا دل تڑپ گیا منظر یہ دیکھ کر
اڑتے ہوئے پرندوں کو دیکھا تو رو پڑی
شاید سکینہ بی بی کو یاد آ گیا ہے گھر
حوروں میں شور تھا تو ملائک تھے غمزدہ

عباسؑ قتل ہو گئے نہر فرات پر

زینبؑ تڑپ کے روتی تھیں آئی جو یہ خبر
عباسؑ قتل ہو گئے نہر فرات پر
سرور کو اپنے غم میں رُلا کر چلے گئے
اہل حرم کو دشت میں بے آس چھوڑ کر
لیلیٰ کی حسرتوں کو بھی پامال کر دیا

سیدانیوں کو شام کے بلوے میں دیکھ کر

دربار میں یزید کے زینبؑ ہیں بے ردا

اب تو مدد کو آیئے یا سید البشر

مٹّی جو قید خانے کی راس آ گئی اُسے

اہلِ حرم میں گریہ و ماتم تھا رات بھر

یہ اشک رضاؔ جو بہائیں گی ہیں بس

اُنھیں کے واسطے جنّت کے بام و در

کہنا مادرِ دلگیر کا

قبر پر رُو رُو کے کہنا مادر دلگیر کا

کسِ قدر سوکھا گلا تھا اصغر بے شیر کا

کیا قیامت کر گیا ہوگا ذرا سوچو بھلا

پھول سی گردن پہ لگنا حرملہ کے تیر کا

سوچ میں تھے شاہؑ والا ہائے کیا دوں میں جواب

درد میں ڈوبی ہوئی صغراؑ کی اس تحریر کا

اے مرے ننھے مجاہد اے مرے نور نظر

یاد میں ہر وقت رونا وہ تری ہمشیر کا

آیئے مولا علی اب تو مدد کے واسطے

رنگ اُڑتا ہے نبیؐ کی ہو بہ ہو تصویر کا

ظلمتوں کی انتہا وہ بھی نبی کی آل پر

حوصلہ دیکھے تو کوئی لشکر بے پیر کا

کیسے بھولوں گی میں منظر کھولتی اس ریت کا

خود کو جھولے سے گرانا وہ مرے بے شیر کا

کس طرح زینب نے دیکھا ہوگا وقت عصر

کو

نرغۂ اعدا میں گھرنا حضرت شبیر کا

کربلا سے شام جانا اور دہکتی آگ پر

غم پہ غم دینا ہمیں وہ لشکر بے پیر کا

تھے بہتر زخم دل میں اور بیماری کا حال

سید سجادؑ کا وہ کھینچنا زنجیر کا

آگے آگے نوک نیزہ پر تھا اِک سورج کا سر

پیچھے پیچھے چل رہا تھا قافلہ تنویر کا

سوچئے کیا حال ہوگا شام کے دربار میں

سر برہنہ وارثان چادر تطہیر کا

عِلم کیا مجھ کو میسّر نوحہ لکھ پاؤں رضاؔ
یہ کرم ہے حضرت زینبؑ کی اُس تقریر کا

زینبؑ نے پُکارا اے بیٹا

زینبؑ نی پکارا اے بیٹا بتلاؤ ہمیں ہم جائیں کہاں
شعلوں میں گھرا ہے ہر خیما بتلاؤ ہمیں ہم جائیں کہاں
سب اہلِ حرم ہیں بے پردہ بتلاؤ ہمیں ہم جائیں کہاں

ہم آل نبی پر یہ کافر وہ ظلم کے طوفاں ڈھاتے ہیں

بے چین زمیں ہو جاتی ہے سورج کو پسینے آتے ہیں
مشکل ہے زباں سے کچھ کہنا بتلاؤ ہمیں ہم جائیں کہاں

تم رہبر اعظم ہو بیٹا ہم کو بھی بتا دو اِک رستہ
خیموں میں ہی جل کر مر جائیں یا باہر نکلیں بے پردہ
ہر حال میں راضی ہے دُکھیا بتلاؤ ہمیں ہم جائیں کہاں

لیلیٰ ہے کلیجہ تھامے ہوئے بانو پہ ہے سکتا سا طاری
کلثوم کی آنکھیں ہیں بھیگیں روتی ہے سکینہ بے چاری
یہ حال ہوا ہے ہم سب کا بتلاؤ ہمیں ہم جائیں کہاں

بکھرے ہیں بھتیجوں کے لاشے ہر سمت لہو کے تھالے ہیں
ہے کون یہاں سننے والا سب جشن منانے والے ہیں
مجبور بہت ہے یہ دُکھیا بتلاؤ ہمیں ہم جائیں کہاں

اک لمبے سفر پر جانا ہے اور ساتھ میں چھوٹے بچے ہیں
ہر ایک قدم پر خطرہ ہے اور راہ میں کانٹے بچھے ہیں
آسان کرو مشکل بیٹا بتلاؤ ہمیں ہم جائیں کہاں

افسوس کہ ہم کیوں زندہ ہیں ہم کو بھی اُٹھا لے جلد خدا
ہوتے ہیں جگر کے ٹکڑوں پر یہ ظلم وستم یہ جور و جفا

سینے میں کلیجا ہے کھنچتا بتلاؤ ہمیں ہم جائیں کہاں

ہم لوگ تڑپ کے روتے ہیں جب یاد کسی کی آتی ہے
اور اشکوں سے منھ دھوتے ہیں جب یاد کسی کی آتی ہے
اس دنیا سے دل اُوب گیا بتلاؤ ہمیں ہم جائیں کہاں

جی بھر کے نہ ماتم کر پائے نکلی نہ کوئی دل کی حسرت
ویران ہوا جاتا ہے مکاں ہوتے ہیں شہؑ والا رُخصت
بیچین ہوا جاتا ہے رِضاؔ بتلاؤ ہمیں ہم جائیں کہاں

حُسینؑ ہوتے ہیں رُخصت

دِلوں کی غیر ہے حالت کہو خدا حافظ
لُٹا کے اشکوں کی دولت کہو خدا حافظ
ہے آج روزِ قیامت کہو خدا حافظ
بجھی ہے شمعِ امامت کہو خدا حافظ
حُسینؑ ہوتے ہیں رخصت کہو خدا حافظ

مسافروں کا محرم منا لو اہل عزا
جو آگ دل میں لگی ہے بجھا لو اہل عزا
تم اپنی آنکھوں میں آنسو سجا لو اہل عزا

ہر ایک رات کی زحمت کہو خدا حافظ
حسین ہوتے ہیں رخصت کہو خدا حافظ
جو سیدہ سے ہے وعدہ اُسے وفا کر دو
عزائے سبط پیمبر پہ دل فدا کر دو
غم حسین منانے کا حق ادا کر دو
نہیں تو ہوگی شکائت کہو خدا حافظ
حسین ہوتے ہیں رُخصت کہو خدا حافظ

بہا کے اشک دل فاطمہ کو شاد کرو
دل رسوؐل کی پوری ہر اِک مراد کرو
لگا تھا سینۂ اکبرؑ پہ زخم یاد کرو
ملے گی قلب کو راحت کہو خدا حافظ
حسین ہوتے ہیں رُخصت کہو خدا حافظ
علم اُٹھا کے علمدار کو کرو رُخصت
زمیں پہ بیٹھ کے بیمار کو کرو رُخصت
سروں کو پیٹ کے سردار کو کرو رخصُت
بنا کے ننھی سی تربت کہو خدا حافظ
حسین ہوتے ہیں رخصت کہو خدا حافظ
سجاؤ ننھا سا تابوت شہؑ کے اصغر کا

علم اُٹھاؤ پڑھو مرثیہ بہتر کا
سروں پہ تعزیہ رکھو نبیؐ کے دلبر کا
یہی ہے اجرِ رسالت کہو خدا حافظ
حسین ہوتے ہیں رخصت کہو خدا حافظ

اڑاؤ خاک سروں پر حسین جاتے ہیں
لٹاؤ اشکوں کے گوہر حسین جاتے ہیں
ہمارے گھر سے بہتر حسین جاتے ہیں
بہا کے اشک ندامت کہو خدا حافظ
حسین ہوتے ہیں رُخصت کہو خدا حافظ

عزائے شاہ کی رونق جو گھر سے جائے گی
علم کی یاد ہمیں سال بھر ستائے گی
اُٹھے گا تعزیہ گھر سے تو ساتھ جائے گی
امام باڑوں کی زینت کہو خداحافظ
حسین ہوتے ہیں رخصت کہو خدا حافظ

بجھا چراغ تو تاریک یہ زمانہ ہوا
اُداس اُداس مرے گھر کا آشیانہ ہوا
رسولؐ زادہ سوئے کربلا روانہ ہوا
رسولِ پاک کی اُمّت کہو خداحافظ
حسین ہوتے ہیں رُخصت کہو خدا حافظ
صدائیں آتی ہیں رہ رہ کے سارے عالم سے

بہتر آنسو
رضا لکھنوی

سکون ملتا ہے دل کو حسینؑ کے غم سے
مگر حسینؑ کی خدمت نہ ہو سکی ہم سے
دلوں میں رہ گئی حسرت کہو خدا حافظ
حسینؑ ہوتے ہیں رخصت کہو خدا حافظ

رضاؔ نہ ہاتھ سے چھوٹے حسین کا دامن
سدا برستا رہے آنسوؤں کا یہ ساون
عزائے شہ سے مہکتا رہے مرا گلشن
نہ کم ہو شہ کی محبت کہو خدا حافظ
حسینؑ ہوتے ہیں رخصت کہو خدا حافظ

مقتل میں حرم کا تھا نوحہ

مقتل میں حرم کا تھا نوحہ ۔واویلا صد واویلا
زہراؑ کا چمن ویران ہوا ۔واویلا صد واویلا

چھینے یوں سکینہؑ کے گوہر ہیں نیل طمانچوں کے رُخ پر
روتی ہے بہت ہے ہے دُکھیا۔واویلا صد واویلا

لیلیٰ نے کہا پھٹتا ہے جگر تھامے تھے کلیجے کو سرورؑ
اکبرؑ کے لگا تھا جب نیزا ۔واویلا صد واویلا

لو رانڈ ہوئی اِک شب کی دلھن ۔میداں میں گیا جب ابن حسن
پامال ہوا اُس کا لاشا ۔واویلا صد واویلا

معصوم وہ ننھا سا اصغرؑ افسوس کہ جھولے سے گر کر
جلتی ہوئی ریتی پر تڑپا ۔واویلا صد واویلا

کہتی ہیں یہ زینب رو رو کر۔کس دل سے میں دیکھوں یہ منظر
بے گور و کفن ہے ہر لاشا ۔واویلا صد واویلا

عباسؑ و علی اکبرؑ بھی نہیں قاسمؑ بھی نہیں اصغرؑ بھی نہیں
کوئی بھی نہیں زندہ پلٹا ۔واویلا صد واویلا

چھنتی ہے ردا لٹتے ہیں حرم خیموں میں بپا ہے اِک ماتم
مجبور نہیں کوئی ہم سا ۔واویلا صد واویلا

کس بات پہ نالاں ہیں ہم سے اتنا تو کوئی اِن سے پوچھے
کس بات کا لیتے ہیں بدلا ۔واویلا صد واویلا

چہرے سے عیاں ہیں رنج والم کس طرح سے جھیلیں ظلم وستم
بیمار ہے سرور کا بیٹا ۔واویلا صد واویلا

بہتر آنسو
رضا لکھنوی

دم گھونٹ رہا ہے اب تو دھواں مجبور ہیں ہم جائیں تو کہاں
خیموں کو جلاتے ہیں اعدا ۔واویلا صد واویلا

کس طرح سے دیکھے ماں یہ بھلا ہے شمرِ لعیں اور شہؑ کا گلا
غمگیں ہے بہت روحِ زہراؑ ۔واویلا صد واویلا

اب شامِ غریباں آئی ہے کیا اور مصائب لائی ہے
للہ بتا دے کوئی ذرا ۔واویلا صد واویلا

ہر سمت ہے اِک آہ و زاری غش اہلِ عزا پر ہے طاری
سنتے ہی رضاؔ کا یہ نوحا ۔واویلا صد واویلا

آج چہلم ہے

نبی کی جاں دلِ حیدر کا آج چہلم ہے
مکینِ دوشِ پیمبر کا آج چہلم ہے
کہ ابن فاتحِ خیبر کا آج چہلم ہے
بہاوَ اشک کہ سرور کا آج چہلم ہے
جھلستی ریت پہ افسوس پیاس میں تڑپا
شہید ہو گیا مقتل میں پھول سا بچّا
اُسی حسینؑ کے دلبر کا آج چہلم ہے
بہاوَ اشک کہ سرورؑ کا آج چہلم ہے

بہاؤ اشکوں کو اور مومنوں کرو گریا
دِلاؤ فاتحہ اور مجلسیں کرو برپا
ہمارے محسن و یاور کا آج چہلم ہے
بہاؤ اشک کہ سرورؑ کا آج چہلم ہے

وہ جس نے راہ خدا میں کٹا دیا سر کو
وہ جس نے راہ خدا میں لٹا دیا گھر کو
اُس ابنِ ساقیِ کوثر کا آج چہلم ہے
بہاؤ اشک کہ سرورؑ کا آج چہلم ہے

زمین روتی ہے آنسو بہا رہا ہے فلک
لباسِ غم میں پریشاں سبھی ہیں جِن و ملک
یہ رو کے کہتے ہیں دلبر کا آج چہلم ہے
بہاؤ اشک کہ سرورؑ کا آج چہلم ہے

رواں ہیں بچوں پہ افسوس ظلم کے خنجر
پچھاڑے کھاتی تھیں زینب یہ دیکھ کر منظر
مصیبتوں کے سمندر کا آج چہلم ہے
بہاؤ اشک کہ سرورؑ کا آج چہلم ہے

وہ جس کی لاش کو روندا ستم نے مقتل میں
وہ جسکی بیوہ بہاتی تھی اشک جنگل میں
یتیم ثانیٔ شبّر کا آج چہلم ہے
بہاؤ اشک کہ سرورؑ کا آج چہلم ہے

ہر ایک خواب بہا ظلم کی روانی میں
سناں کلیجے پہ کھائی بھری جوانی میں
حسین کے اسی اکبرؑ کا آج چہلم ہے
بہاؤ اشک کہ سرورؑ کا آج چہلم ہے

ہے آج شیعوں محمدؑ و عون کا چہلم
حسینؑ ابن علی کے ہے جون کا چہلم
حبیب جیسے دلاور کا آج چہلم ہے
بہاؤ اشک کہ سرورؑ کا آج چہلم ہے

رضا فرات پہ اپنے کٹا کے شانوں کو
حیات دے گیا غازی وفا کی راہوں کو
اُسی وفاؤں کے پیکر کا آج چہلم ہے
بہاؤ اشک کہ سرورؑ کا آج چہلم ہے

گھبرا رہی ہے

ہوائے ظلم بڑھتی جارہی ہے
ربابِؑ غمزدہ گھبرا رہی ہے
بلائیں لے کے بچے کی وہ دکھیا
گلا اصغر کا چومے جا رہی ہے

ربابؑ غمزدہ کی زندگی میں
دبے قدموں قیامت آرہی ہے
فضا میں موت سی چھائی اُداسی
حرم پر اک قیامت ڈھارہی ہے
کہا شہ سے علی اکبرؑ نے بابا
بہن کی یاد دل تڑپا رہی ہے
جنابِ فاطمہؑ کبرا کی رن سے
تمنّا موت بن کر آ رہی ہے
کہا عباسؑ نے سرورؑ سے آقا
صدائے العطش تڑپا رہی ہے
سوئے مقتل علی اکبر رواں ہیں
رخِ شہؑ پر اُداسی چھا رہی ہے
یہ کس نے ایڑیاں رگڑیں ہیں رن میں
زمینِ کربلا بل کھا رہی ہے
کوئی عباسؑ سے جاکر بتا دے
بہن قیدی بنائی جارہی ہے
یہ کس کے گھر جلائے جا رہے ہیں
رخِ اسلام تک آنچ آ رہی ہے
طمانچے شمر کے کھا کر سکینہ

چچا کو یاد کرتی جارہی ہے
یہ وقتِ عصر کیوں محشر بپا ہے
تہہِ خنجر کسے نیند آرہی ہے
فضا میں گونجتا ہے شور ماتم
غمِ سرور کی بدلی چھا رہی ہے
فغاں دل سوز نالوں کی رضاؔ اب
مرے دل کو بہت تڑپا رہی ہے

یہ کہتی تھی رو کر

سکینہؑ پھوپھی سے یہ کہتی تھی روکر
یہ کرب و بلا ہے پھوپھی ایک محشر
وہاں چل رہے تھے شہِ دیں پہ خنجر
یہاں چل رہے ہیں کلیجے پہ نشتر
چلو کربلا سے مدینے چلیں ہم

وہاں ہوں گے نہ ہوگا کوئی غم
سکوں دل کو آئے گا صغراؑ سے مل کر
سکینہؑ پھوپھی سے یہ کہتی تھی روکر

ستمگر طمانچے لگاتے ہیں مجھ کو
کبھی یہ کھلے سر پھراتے ہیں مجھ کو
سکوں مل نہ پایا یہاں مجھ کو پل بھر
سکینہؑ پھو پھی سے یہ کہتی تھی روکر

میں گودی میں لیکر گلے سے لگاتی
سُنا کر میں لوری اُسے میں سُلاتی
اگر ساتھ ہوتا میرا بھائی اصغرؑ
سکینہؑ پھپھی سے یہ کہتی تھی روکر

پریشاں ہیں کتنا ستم سازیوں سے
کوئی تو یہ پوچھے نبیؐ زادیوں سے
سبھی رو رہے ہیں سروں کو جھکا کر
سکینہؑ پھو پھی سے یہ کہتی تھی روکر

ابھی جس کے ہاتھوں میں کنگنا بندھا تھا
ذرا دیر پہلے جو دولھا بنا تھا
وہ دولھا بھی سویا ہے مقتل میں جاکر

سکینہؑ پھو پھی سے یہ کہتی تھی روکر

جب اصغرؑ نے خود کو زمیں پر گرایا
جو سوکھے لبوں پر زباں کو پھرایا
خدا جانے گزری ہے کیا ماں کے دل پر
سکینہؑ پھو پھی سے یہ کہتی تھی روکر

نہ مشک و علم ہے نہ میرا چچا ہے
نہ کانوں میں بالی نہ سر پر ردا ہے
چچا سے بتا دے کوئی اتنا جاکر
سکینہؑ پھو پھی سے یہ کہتی تھی روکر

علم لیکے آیا ہے بابا ہمارا
کہاں ہے وہ اہلِ حرم کا سہارا
ترائی پہ دیکھے کوئی اتنا جاکر
سکینہؑ پھو پھی سے یہ کہتی تھی روکر

ہمیں اُن سے کوئی بھی شکوہ نہیں ہے
کہ اب کوئی ہاتھوں میں کوزا نہیں ہے
یہ پانی نہیں میرے عمو سے بڑھ کر

سکینہؑ پھوپھی سے یہ کہتی تھی روکر

وہ بچی کی روداد اُس کی زبانی
جسے سُن کے ہوتا ہے پھر خون پانی
رضاؔ کیوں نہ روئے یہ نوحا سُنا کر
سکینہؑ پھوپھی سے یہ کہتی تھی روکر

آنسو سجالو آج

اے شیعوں اپنی آنکھوں میں آنسو سجالو آج
ماتم کدہ حسینؑ کے گھر کو بنا لو آج
پلکوں کو فرش راہ بنا کر بچھا لو آج

نہر فرات آنکھوں سے اپنی بہا لو آج
کربل کے اُن شہیدوں کا چہلم منا لو آج
اے شیعوں اپنی آنکھوں میں آنسو سجالو آج

جن بے کسوں پہ ظلم ستمگر نے ڈھائے ہیں
ہے ہے مدینہ چھوڑ کے کربل جو آئے ہیں
ہر اک قدم پہ زخم نئے دل پہ کھائے ہیں
پانی کے بدلے خون کے آنسو بہائے ہیں
اُن بے کسوں کی یاد کو دل میں بسا لو آج
اے شیعوں اپنی آنکھوں میں آنسو سجالو آج

اہلِ ستم نے دسویں محرم کو یہ کیا
معصوم چھ مہینے کا اصغر وہ شاہ کا
تڑپا کیا زمین پہ پانی نہیں دیا
مُرجھا گیا وہ پھول سا چہرا کِھلا ہوا
اصغر کی یاد میں صفِ ماتم بچھا لو آج
اے شیعوں اپنی آنکھوں میں آنسو سجالو آج

ہر سمت بس صدائیں تھیں مقتل میں پیاس کی
بچوں کی پیاس دیکھ کے بے چین تھے سبھی
بھرنے کو مشک نہر پہ جس دم گیا جری

آمد سے اسکی مچ گئی فوجوں میں کھلبلی
اُس فاتحِ فرات کا چہلم منا لو آج
اے شیعوں اپنی آنکھوں میں آنسو سجا لو آج

اصغرؑ کو ڈھونڈتی تھی سکینہؑ اِدھر اُدھر
بابا سے پوچھتی تھی کہ آخر گیا کدھر
ہر سمت ڈھونڈ آئی پر آتا نہیں نظر
فرقت میں اس کی آنکھیں ہوئیں آنسوؤں سے تر
سرور کی لاڈلی کا بھی چہلم منا لو آج
اے شیعوں اپنی آنکھوں میں آنسو سجا لو آج

کرب وبلا سے شام کا وہ آتشی سفر
ہاتھوں پہ نیل تھے تو کہیں پشت خوں سے تر
بچوں پہ ظلم دیکھ کے پھٹتا تھا ہر جگر
کہتا تھا الاماں کوئی، کوئی الحذر
دل سوز منظروں کو بھی دل میں بسا لو آج
اے شیعوں اپنی آنکھوں میں آنسو سجا لو آج

جاتی ہے جان جائے محرم منائیں گے
کرب و بلا میں مجلس و ماتم کرائیں گے
ہر راہ میں چراغِ غمِ شہ جلائیں گے

روئیں گی شہِ دیں پہ رضاؔ اور رلائیں گے
سوئے ہوئے نصیب کو اپنے جگا لو آج
اے شیعوں اپنی آنکھوں میں آنسو سجا لو آج

ستم اور بے بسی آہ و بکا ہے

ستم اور بے بسی آہ و بکا ہے
عطش ہے اور آلِ مصطفٰے ہے
کوئی دیکھے ستم کی انتہا ہے

گلا ننھا سا تیرِ حُرملا ہے
طمانچے جھڑکیاں دُرّوں کی بارش
سکینہؑ نے کہا یہ کربلا ہے
کہا شہؑ نے ہمیں ہے سب گوارا
یہی تقدیر کا گر فیصلا ہے
ستم اپنوں پہ ہوتے دیکھ کے اب
بہت بے چین بنتِ سیّدا ہے
کہا زینبؑ نے ہائے اس زمیں پر
ستم پر اک ستم ہم نے سہا ہے
پھرائی خشک ہونٹوں پر زباں جب
دلِ مادر پہ اک نشتر چلا ہے
پسر کی لاش پر بولیں یہ فروہ
مرے قاسمؑ کو یہ کیا ہو گیا ہے
پچھاڑے کھا کے روتی ہے ہر اک پل
سکینہ باپ سے جب سے جدا ہے
کہا زینبؑ نے بھیّا کیا کروں میں
مراا عباسؑ رن میں سو گیا ہے
رُلاتا کیوں ہے بچی کو ستمگر

کہ دل بچی کا پہلے سے دُکھا ہے
یہی کہہ کر سکینہؑ رو رہی تھی
نہ پانی ہے نہ وہ میرا چچا ہے
زباں پر آئے تو آنکھیں بھر آئیں
بہت پُر درد ذکرِ کربلا ہے
میں لکھتا ہوں رضاؔ رودادِ زینبؑ
مری آنکھوں کا پیمانا بھرا ہے

مدینہ یاد آتا ہے

سکینہؑ کا یہ کہنا تھا مدینہ یاد آتا ہے
علی اکبر مرے بھیّا مدینہ یاد آتا ہے
مرے عمو علم لے کر گئے جب سے لبِ دریا

پلٹ کر پھر نہیں پوچھامدینہ یاد آتا ہے

مرے معصوم دل پر وہ ستم اعدا نے ڈھائے ہیں
کہ اب مشکل ہوا جینامدینہ یاد آتا ہے

بھلا کیسے بھلاؤں میں مدینے کی حسیں یادیں
مقدّر ہے یہاں روٹھامدینہ یاد آتا ہے

یہاں ہر بات پر اعدا مجھے دُرّے لگاتے
ہیں
عجب ہے حال اس دل کامدینہ یاد آتا ہے

کوئی فریاد کرتا ہے تڑپ کر کوئی روتا ہے
ہر اک لب پر ہے واویلامدینہ یاد آتا ہے

صدائے العطش ہر سمت سے آتی ہے کانوں میں
مگر پانی نہیں آتامدینہ یاد آتا ہے

ہماری بے بسی پر آسماں آنسو بہاتا ہے
زمیں بھی کرتی ہے گریامدینہ یاد آتا ہے

ستم کی آندھیاں کرب و بلا میں ایسی چھائی ہیں
ہر اک سو حشر ہے برپامدینہ یاد آتا ہے

علی اصغر مرا بھائی تھا جسدم جلتی ریتی پر
وہ منظر تھا قیامت کا مدینہ یاد آتا ہے

وہ جس نے اپنے ہاتھوں میں ابھی مہندی رچائی تھی
نہ وہ بھی دشت سے پلٹامدینہ یاد آتا ہے

بلا کر کربلا میں مُصطفیٰ کے خانوادے کو
مسلماں نے دیا دھوکامدینہ یاد آتا ہے

ہے دل میں ولولا دیکھوں نبیؐ کا روضۂ اقدس
رضاؔ کو ہر گھڑی مکّا مدینہ یاد آتا ہے

کرب و بلا کے رن میں

کہتی تھی یہ سکینہ کرب و بلا کے بن میں
کوئی نہیں اپنا کرب و بلا کے بن میں آجاؤ
میرے بابا کرب و بلا کے بن میں

میں تنگ آ چکی ہوں ظالم کی سختیوں سے
دم گھٹ رہا ہے میرا رو رو کے ہچکیوں سے
بیٹی کو دو سہارا کرب و بلا کے بن میں

مجبور ہے سکینہؑ تم کو کہاں سے لائے
تم ہی بتاؤ مجھ کو پھر نیند کیسے آئے
جب تم نہیں ہو بابا کرب و بلا کے بن میں

اک اِک سے پوچھتی ہوں کوئی نہیں بتاتا
مقتل میں کس طرف ہے بابا تمھارا لاشا
ہر سو ہے سخت پہرا کرب و بلا کے بن میں

مشکیزہ لے کے جس دم عمّو گئے تھے
میرے
میں دل میں سوچتی تھی چھٹ جائیں گے اندھیرے
وہ بھی سہارا ٹوٹا کرب و بلا کے بن میں

پہنچا دے کوئی آکر اب تیرے پاس مجھ کو
ڈرتی ہوں کیسے جاؤں میں ڈھونڈنے کو تجھ کو
ہے مستقل اندھیرا کرب و بلا کے بن میں

اصغرؑ وہ بھائی میرا دل جس سے تھا بہلتا
شام آگئی مگر وہ اب تک نہیں ہے پلٹا
کیا کیا سناؤں دکھڑا کرب و بلا کے بن میں

کرب و بلا اجل کا فرمان ہوگئی ہے
دل کی ہر اک تمنا بے جان ہوگئی ہے
دل ایسا غم میں ڈوبا کرب و بلا کے بن میں

گذرے گی بن تمھارے پھر کیا ہمارے دل
پر
مر جائے گی سکینہ اس دشت میں تڑپ کر
یہ بھی نہ تم نے سوچا کرب و بلا کے رن میں

آنکھوں میں اب ہماری بابا ہے نیند طاری
سو جاؤں میں جو پاؤں خوشبو ذرا تمھاری
کھاؤ ترس خدارا کرب و بلا کے بن میں

اپنی رضاؔ بتاؤ آئیں گی کب وہ گھڑیاں
آپس میں کب جڑیں گی ٹوٹی ہوئی یہ کڑیاں
کب ہوگا ساتھ کنبا کرب و بلا کے بن میں

چلے آؤ مرے عمّو

یہ نوحہ تھا سکینہؑ کا چلے آؤ مرے عمّو
ستاتے ہیں ہمیں اعدا چلے آؤ مرے عمّو

ردائیں چھین کر سر سے لعیں دُرّے لگاتے ہیں
حرم کا لُٹ گیا پردا چلے آؤ مرے عمّو

اندھیری رات کی یہ آہٹیں مجھکو ڈراتی ہیں
ہے کتنا پُر خطر صحرا چلے آؤ مرے عمّو

ہمارے سارے بستر تک جلا ڈالے لعینوں نے
جلا بے شیر کا جھولا چلے آؤ مرے عمّو

یہی بیٹی سرورؑ کی یہ کہ کر بے خطا دیکھو
ہمیں ہے شمر نے مارا چلے آؤ مرے عمّو

ہماری پشت پر دُرّے لگائے ہیں یوں اعدا نے
لہو سے تر ہوا کُرتا چلے آؤ مرے عمّو

پڑا ہے غش میں کوئی اور کوئی کہتا ہے رو رو کر
ہوا کیا حال ہم سب کا چلے آؤ مرے عمّو

چلے آؤ جہاں بھی ہو بس اتنی سی گذارش ہے
کرو حالات پر قبضا چلے آؤ مرے عمّو

مدد کے واسطے رو رو کے دیتی ہوں صدا سب کو
مگر کوئی نہیں آتا چلے آؤ مرے عمّو

کوئی کہہ دے ذرا اِن سے ترس کھائیں یتیموں پر
بڑے ظالم ہیں یہ اعدا چلے آؤ مرے عمّو

نہ کوئی بھی خبر آئی گیا جب سے سوئے میداں
علی اکبرؑ میرا بھیّا چلے آؤ مرے عمّو

ہے رنج و غم میرے دل میں مری آنکھوں میں آنسو ہیں
ہے سر پر موت کا سایا چلے آؤ مرے عمّو

کہ جیسے گونجتا ہے آسمانوں میں رضاؔ اب بھی
سکینہؑ بی بی کا نوحا چلے آؤ مرے عمّو

کسی کو ہم پر ترس نہ آیا

تھا رن میں فضہ کا رو کے نالا کسی کو ہم پر ترس نہ آیا
ہر اک قدم پر ہے زخم کھایا۔ کسی کو ہم پر ترس نہ آیا

چلے کلیجے پہ ایسے نشتر ہے ایک طوفان دل کے اندر
وہ درد سینے میں ہے سمایا۔ کسی کو ہم پر ترس نہ آیا

یہ شمر ہمکو ستا رہا ہے ہمیں مسلسل رُلا رہا ہے
نہ کوئی مجبور ہوگا ہم سا۔کسی کو ہم پر ترس نہ آیا

وہ جس کو اٹھارہ سال پالا وہی اجل کا بنا نوالا
جو شہؑ کا تھا نوجوان بیٹا۔کسی کو ہم پر ترس نہ آیا

ہوں جب ہر اک سو ستم کے بھالے کوئی بھلا کیسے دل سنبھالے
وہ حسرتوں پر پڑا ہے ڈاکا ۔کسی کو ہم پر ترس نہ آیا

تھا شہؑ کے ہاتھوں پہ جب وہ بچّہ گلے سے جاری تھا خوں کا دھارا
ہوا جو تیرِ ستم کا حملا۔کسی کو ہم پر ترس نہ آیا

بنا تھا دولھا یتیمِ شبر وہ ظلم ٹوٹا ہے اُس کے اوپر
سبھی نے کچلا ہے اس کا لاشا۔کسی کو ہم پر ترس نہ آیا

ہے چشم گریہ کی اک روانی نہیں میسر کسی کو پانی
ہے نہر پر دشمنوں کا قبضا۔کسی کو ہم پر ترس نہ آیا

تھے اپنے جو بھی یہاں سہارے وہ سو گئے رن میں جا کے سارے
ہے گردشوں میں گھرا ستارا۔کسی کو ہم پر ترس نہ آیا

وہ چوٹ کرب و بلا نے دی ہے کہ موت سی اپنی زندگی

ہے
اٹھائے پھرتے ہیں اپنا لاشا۔کسی کو ہم پر ترس نہ آیا

غموں سے لبریز اس جہاں میں رضا زمیں پر اور آسماں میں
کرم ہے بس شاہؑ دو جہاں کا۔کسی کو ہم پر ترس نہ آیا

کرب و بلا میں آ کے

زینبؑ کا تھا یہ نوحہ کرب و بلا میں آ کے
ہے منتشر گھرانا کرب و بلا میں آ کے
کوئی بتائیں ہوگی کب روشنی میسر

ہے ہر طرف اندھیرا کربِ وبلا میں آ کے

کس کا یقیں کرے دل کس پر کرے

بھروسا

کھایا ہے ایسا دھوکا کرب وبلا میں آ کے

کب تک سہے گی کشتی طوفان کے تھپیڑے

دکھتا نہیں کنارا کرب وبلا میں آ کے

باغ فدک کو چھینا جن دشمنانِ دیں نے

پھر ہے انھیں کا غلبا کرب وبلا میں آ کے

وہ بے زباں ستم کی بدلی میں چھپ گیا ہے

گھر کا تھا جو اجالا کرب وبلا میں آ کے

شاداب گلستاں پر کس کی نظر لگی ہے

اُجڑا ہے باغِ زہرا کرب وبلا میں آ کے

ہم شکلِ مصطفیٰ بھی زیرِ زمین سویا

نورِ نظر ہمارا کرب وبلا میں آ کے

کوثر پہ جس کو شاہی حق سے عطا ہوئی ہے

پیاسا وہ رن میں تڑپا کرب وبلا میں آ کے

دُرّے لگا لگا کر ہنستے ہیں ہم پہ اعدا

ہم بن گئے تماشا کرب وبلا میں آ کے

اب سانس رُک رہی ہے رو رو کے ہچکیوں سے

یہ حال ہے ہمارا کرب وبلا میں آ کے

رُکتے بھلا یہ کیسے شب بھر رضاؔ کے آنسو

زینب کا لکھ کے نوحا کرب وبلا میں آ کے

لے چلو ساتھ مجھ کو بھی بابا

وقت رخصت تھا صغرٰا کا نوحا ۔ لے چلو ساتھ مجھ کو بھی بابا

کچھ ترس کھاؤ مجھ پر خدارا ۔ لے چلو ساتھ مجھ کو بھی بابا

بوجھ بن جائے گی زندگانی پھر نہ بھائے گا دانہ نہ پانی

پاس ہوگا نہ جب کوئی اپنا۔ لے چلو ساتھ مجھ کو بھی بابا

گردشوں میں ہیں اپنے ستارے گھر سے جاتے ہیں سارے سہارے
یوں نہ چھوڑو مجھے بے سہارا۔ لے چلو ساتھ مجھ کو بھی بابا

کام گھر کا میں سارا کروں گی روز چکی بھی پیسا کروں گی
تم سے کرتی ہے صغراؑ یہ وعدا۔ لے چلو ساتھ مجھ کو بھی بابا

کیا بچے گا مری زندگی میں ٹھوکریں کھاؤں گی روشنی میں
کچھ تو مجھ پر کرم ہو تمھارا ۔ لے چلو ساتھ مجھ کو بھی بابا
بھائی اصغرؑ کو رونے نہ دوں گی پاس اُس کے میں ہر پل رہوں گی
دل بہل جائے گا خود بھی میرا۔ لے چلو ساتھ مجھ کو بھی بابا

گھر سے جاتے ہیں عباسؑ و اکبرؑ ساتھ جاتا ہے معصوم اصغرؑ
ساتھ جاتی ہے بالی سکینا۔ لے چلو ساتھ مجھ کو بھی بابا

دل کی دنیا میں ~~اک بے کلی ہے سانس سینے میں گھٹنے لگی ہے~~
موت کا ہے مرے سر پہ سایا۔ لے چلو ساتھ مجھ کو بھی بابا

آنکھ کُھل جائے گی سوتے سوتے شب گذاروں گی میں روتے روتے
روز مر مر کے ہوگا گذارا۔ لے چلو ساتھ مجھ کو بھی بابا

اپنی بیٹی کی روداد سُن کر اے رضاؔ دل کو تھامے تھے سرورؑ
بیٹی کرتی رہی بس یہ گریا ۔ لے چلو ساتھ مجھ کو بھی بابا

میں کیسے بھول جاؤں

زینب کے تھالیوں پر میں کیسے بھول جاؤں
عبد اللہ ابن جعفر میں کیسے بھول جاؤں
جھولے سے ہائے گر کے جلتی زمیں پہ پیاسا

تڑپا ہے میرا اصغرؑ میں کیسے بھول جاؤں

مقتل میں جا رہا تھا جب نوجوان بیٹا

تھامے کمر تھے سرورؑ میں کیسے بھول جاؤں

سیدانیوں نے ہائے دشتِ بلا میں آ کے

کھائی جو چوٹ دل پر میں کیسے بھول

جاؤں

ہر سو سے العطش کی آتی تھیں بس صدائیں

وہ پیاس کا سمندر میں کیسے بھول جاؤں

بچّوں کو دے کے ڈھارس پرچم کو ڈھونڈتی تھی

مقتل میں بنتِ سرورؑ میں کیسے بھول جاؤں

جس سمت دیکھتی تھی غلبہ تھا ظالموں کا

ہر سو تھا ایک محشر میں کیسے بھول جاؤں

قبرِ صغیر ظالم بھالوں سے ڈھونڈتے تھے

عاشور کا وہ منظر میں کیسے بھول جاؤں

اُس دشت پُر خطر میں مجھ کو رُلا رُلا کے

ہنستے رہے ستمگر میں کیسے بھول جاؤں

تیرِ ستم نے چھیدا معصوم کے گلے کو

دل سوز ہائے منظر میں کیسے بھول جاؤں

اہلِ حرم کی دُنیا اندھیر ہو گئی ہے

اشکوں کے چھلکے ساغر میں کیسے بھول جاؤں

دے کر غمِ شہِ دیں بھیجا رضاؔ جہاں میں

احساں یہ رب کا مجھ پر میں کیسے بھول جاؤں

عباسؑ کہاں ہو

کہتی تھی یہ خواہر عباسؑ کہاں ہو

زینبؑ ہے کھلے سر عباسؑ کہاں ہو

کیوں جور و جفا ہے

کاہے کی سزا ہے
کیا میری خطا ہے
بتلاؤ تو آکر عباسؑ کہاں ہو
اے شہؑ کے فدائی
دیتی ہوں دہائی
آجاؤ کہ بھائی
مرنے کو ہے خواہر عباسؑ کہاں ہو
خیموں کو جلانے
بچوں کو ستانے
اور دُرّے لگانے
آتے ہیں ستمگر عباسؑ کہاں ہو

آیا ہے وہ طوفاں
گھر ہو گیا ویراں
سب لُٹ گیا ساماں
اور چھن گئی چادر عباسؑ کہاں ہو
دشمن ہے خطرناک
سب خیمے ہوئے خاک

بہتر آنسو
رضا لکھنوی

ہے قلب و جگر چاک
روٹھا ہے مقدر عباسؑ کہاں ہو
وہ جان سے پیارے
آنکھوں کے وہ تارے
قرآن کے پارے
بکھرے ہیں زمیں پر عباسؑ کہاں ہو
دشمن کو نہیں تھا
کیا خوف خدا کا
جو لے گئے اعدا
بیمار کا بستر عباسؑ کہاں ہو

شعلوں میں نہاں ہیں
چہرے بھی دھواں ہیں
آنکھوں سے رواں ہیں
اشکوں کے سمندر عباسؑ کہاں ہو
اصغر بھی نہیں ہیں
اکبر بھی نہیں ہیں

سرورؑ بھی نہیں ہیں
ویران ہوا گھر عباسؑ کہاں ہو

زینبؑ نے پکارا
اس وقت ہمارا
گردش میں ہے تارا
اے شیرِ دلاور عباسؑ کہاں ہو

یہ ظلم ہے کیسا
کچھ دیر کا دولھا
ہے خون میں ڈوبا
دیکھوں میں یہ کیوں کر عباسؑ کہاں ہو

یہ ماہِ عزا ہے
بے چین رضاؔ ہے
نوحہ جو لکھا ہے
سب کہتے ہیں روکر عباسؑ کہاں ہو

چین آئے بھلا دل کو کیوں کر

بولیں سجاد سے بنتِ حیدرؑ چین آئے بھلا دل کو کیوں کر
ہم کو اعدا پھراتے ہیں در در۔چین آئے بھلا دل کو کیوں کر

ہائے وہ میرے عباس و اکبرؑ ہائے قاسمؑ میرا ہائے اصغرؑ
سو گئے سب کے سب رن میں جا کر۔چین آئے بھلا دل کو کیوں کر

ڈگمگاتا ہے اپنا سفینہ چھوڑ کر آئے جب سے مدینہ
منتشر ہو گیا ہے بھرا گھر۔چین آئے بھلا دل کو کیوں کر

جس کی شادی ابھی تھی رچائی رن سے پامال لاش اس کی آئی
حشر بر پا ہے فروہ کے دل پر۔چین آئے بھلا دل کو کیوں کر

رن میں اکبر کے برچھی لگی ہے سُن کے لیلیٰ پہ بجلی گری ہے
رو رہی ہے وہ دکھیا تڑپ کر۔چین آئے بھلا دل کو کیوں کر

میرے نورِ نظر سب نہاں ہیں میرے عون و محمد کہاں ہیں
انکی خاطر تڑپتی ہے مادر۔چین آئے بھلا دل کو کیوں کر

ہو گئے جب سے عباسؑ رُخصت غیر ہے اب سکینہؑ کی حالت
کوئی اُس کو سنبھالے تو آ کر۔چین آئے بھلا دل کو کیوں کر

جس طرف دیکھتی ہوں دھواں ہے زندگی ہائے کتنی گراں ہے
دل پہ چلتے ہیں رہ رہ کے نشتر۔چین آئے بھلا دل کو کیوں کر

ظلمتوں کے ہیں ہر سو بسیرے ہم کو اعدا مسلسل ہیں گھیرے
کیسے نکلے بھلا کوئی باہر۔چین آئے بھلا دل کو کیوں کر

بولیں فروہ میں قاسمؑ پہ واری میرے بچے پہ ہے وقت بھاری
لے لوں اُس کی بلائیں میں بڑھ کر۔چین آئے بھلا دل کو کیوں کر

ایک بیٹے نے کھایا ہے نیزہ اک نشانہ ہے تیرِ ستم کا
شہؑ کھڑے ہیں جھکائے ہوئے سر۔چین آئے بھلا دل کو کیوں کر

کوئی سوتا ہے شانے کٹائے کوئی گردن پہ ہے زخم کھائے
ہے قیامت کا ہر ایک منظر۔چین آئے بھلا دل کو کیوں کر

سوئے میداں جب اکبرؑ چلے تھے شہؑ کلیجے کو تھامے کھڑے تھے
دل پہ لے کے غموں کا سمندر۔چین آئے بھلا دل کو کیوں کر

جب سے سرورؑ کی مدح و ثنا کی زندگی بن گئی ہے رضاؔ کی
ہر گھڑی ہے زباں پر مکرّر۔چین آئے بھلا دل کو کیوں کر

میں آنسو پہ آنسو بہاؤں کہاں تک

یہ بولی سکینہ بتاؤں کہاں تک میں آنسو پہ آنسو بہاؤں کہاں تک
اے بابا کہو غم اُٹھاؤں کہاں تک ۔میں آنسو پہ آنسو بہاؤں کہاں تک

مرا بھائی اصغر جو کھویا ہے رن میں بھٹکتا تو ہوگا اکیلا وہ بن میں
اُسے ڈھونڈنے کو میں جاؤں کہاں تک ۔میں آنسو پہ آنسو بہاؤں کہاں تک

مسلماں ہیں لیکن عمل کافروں کا نہیں درد دل میں ہے ٹوٹے دلوں کا
مسلسل طمانچے میں کھاؤں کہاں تک ۔ میں آنسو پہ آنسو بہاؤں کہاں تک

فلک کی بھی رنگت سیہ ہو رہی ہے مری بے بسی پر زمیں رو رہی ہے
نشاں بازوؤں کے دکھاؤں کہاں تک ۔ میں آنسو پہ آنسو بہاؤں کہاں تک

ہر اک سو ہیں آہیں ہر اک سو بکا ہے ہمیں کربلا میں یہی سب ملا ہے
یہ گھُٹ گھُٹ کے ہر پل بتاؤں کہاں تک ۔ میں آنسو پہ آنسو بہاؤں کہاں تک

چچا کی کوئی خیریت تو بتائے کہ دریا سے اب تک وہ واپس نہ آئے
میں مشک و علم کو بھلاؤں کہاں تک ۔ میں آنسو پہ آنسو بہاؤں کہاں تک
نہیں کوئی بھی جو ترس مجھ پہ کھائے مرے بھائی اصغرؑ کو مجھ سے ملائے
تمنائے دل میں دباؤں کہاں تک ۔ میں آنسو پہ آنسو بہاؤں کہاں تک

جدھر دیکھتی ہوں ہر اک سو دھواں ہے اسیروں پہ اب بھی تشدد رواں ہے
میں شعلوں سے خود کو بچاؤں کہاں تک ۔ میں آنسو پہ آنسو بہاؤں کہاں تک

ذرا ان سے کہہ دو نہ مجھ کو ستائیں یتیموں پہ ظالم ترس کچھ تو کھائیں
یہ فریاد ہونٹوں پہ لاؤں کہاں تک ۔ میں آنسو پہ آنسو بہاؤں کہاں تک

میں کیسے کھلے سر رہوں ہائے باہر ہے غیروں کا مجمع نہیں پاس چادر
میں بالوں سے چہرا چھپاؤں کہاں تک ۔ میں آنسو پہ آنسو بہاؤں کہاں
تک

ابھی اور آگے ستم ہیں اٹھانا بسانا ہے مجھ کو ابھی قید خانا
میں صدموں پہ صدمے اُٹھاؤں کہاں تک ۔ میں آنسو پہ آنسو بہاؤں کہاں تک

رضاؔ لکھتے لکھتے سکینہؑ کا نوحا اُٹھا درد ایسا سکوں پھر نہ آیا
یہ نوحہ میں سب کو سناؤں کہاں تک ۔ میں آنسو پہ آنسو بہاؤں کہاں تک

سکینہؑ کی صدا مقتل سے آئی

سکینہؑ کی صدا مقتل سے آئی
کہاں ہو میرے اصغر میرے بھائی
مجھے آواز دو اب تم کہاں ہو
تمھارے واسطے پانی ہوں لائی

ہر اک سو ظلم کے خنجر رواں ہیں
جدھر دیکھو اُدھر دہشت ہے چھائی

گلے پر تیر کھا کر سو گئے تم
سناں بھیّا علی اکبر نے کھائی

ہوئے پا مال قاسمؑ جاکے رن میں
بہن کبرا کی سونی ہے کلائی

جہاں عمو ہمارے سو رہے ہیں
کہاں پر ہے وہ دریا کی ترائی

ستم ہے لوٹ کر اسباب سارا
لعیں نے آگ خیموں میں لگائی

ابھی تو ہم اسیرِ ظلم ہوں گے
اسیری سے نہیں ممکن رہائی

اندھیرے میں اکیلے ڈر نہ جانا
بہت پُر ہول ہے جنگل یہ بھائی

ستم ہے کربلا میں آکے ہم نے
مصیبت پر مصیبت ہے اٹھائی

یہاں آکر چُھٹی سب بھائیوں سے
بہن صغرا سے بھی ملنے نہ پائی

مجھے سب چھوڑ کے جنت سدھارے
مری قسمت میں لکھی ہے جدائی

سکینہؑ کے رضاؔ یہ بین سُن کر
سکوں دن کو نہ شب کو نیند آئی

قافلہ شام کو جارہا ہے

رن میں تھا یہ سکینہ کا نوحا۔ قافلہ شام کو جارہا ہے
ساتھ اکبرؑ نہ عمّو ہیں بابا۔ قافلہ شام کو جارہا ہے

ہم اسیرِ ستم ہیں سفر میں کوئی منزل نہیں ہی نظر میں
کوئی ناصر نہیں ہے ہمارا۔ قافلہ شام کو جارہا ہے

ہائے کیسا ہے پُر ہول منظر مارتے ہیں لعیں ہم کو

پتھر

ہو گیا ہے غموں میں اضافا ۔قافلہ شام کو جا رہا ہے

کس قدر ہم سہیں گے نہ جانے شمر کی گھڑکیاں تازیانے

مشکلیں راستے بھر اٹھاتا ۔قافلہ شام کو جا رہا ہے

گود سے چھٹ کے جو بھی گرا ہے پھر وہ بچہ نہ ماں کو ملا ہے

لاکھ رو رو کے ماں نے پکارا ۔قافلہ شام کو جا رہا ہے

کوئی دیکھی ہے ایسی سواری جس پہ محمل نہ کوئی عماری

بے ردائی ہے پردہ ہمارا۔ قافلہ شام کو جا رہا ہے

سر برہنہ ہم آل نبی کا امتی دیکھتے ہیں تماشا

کیسا روٹھا ہے ہم سے زمانا ۔قافلہ شام کو جا رہا ہے

ایک رسی میں بارہ گلے ہیں سخت مشکل میں چھوٹے بڑے ہیں

موت کے مرحلوں سے گزرتا ۔قافلہ شام کو جا رہا ہے

خوں ٹپکتا ہے اب ایڑیوں سے زخم کہتے ہیں یوں بیڑیوں سے

کوئی سجادؑ کو دے سہارا ۔قافلہ شام کو جا رہا ہے

ہیں تماشائی سارے وہاں تک دیکھتیں ہیں نگاہیں جہوں تک

اور اہل حرم بے سہارا ۔قافلہ شام کو جا رہا ہے

یاد قاسمؑ کی تڑپا رہی ہے خوں کے آنسو وہ رلوا رہی ہے

ہیں پریشاں بہت اُمِ فروا۔ قافلہ شام کو جا رہا ہے

دھوپ ایسی غموں کی کھلی ہے ناتوانی ہے اور تشنگی ہے

ہے رواں ظلم کا ایک دھارا ۔قافلہ شام کو جا رہا ہے

ہاتھ میں رسیاں ہی کسی کے پاؤں میں بیڑیاں ہیں کسی کے

ہے رضاؔ ہر کوئی غم کا مارا قافلہ شام کو جا رہا ہے

رن میں لیلیٰ کا تھا نوحہ علی اکبرؑ نہ رہا

رن میں لیلیٰ کا تھا نوحہ علی اکبرؑ نہ رہا

غم سے پھٹتا ہے کلیجا علی اکبرؑ نہ رہا

حسرتیں دل کی میرے رہ گئیں ساری دل میں

دیکھ پائی نہ میں سہرا علی اکبرؑ نہ رہا

خاک پر بیٹھ گئے اپنی کمر کو تھامے

جب شہ

رہا

بڑھ رہا ہی م ری سمت اور اندھیرا اب تو

ہائے وہ چاند کا ٹکڑا علی اکبرؑ نہ رہا

ٹوٹا عاشور کا دن ہم پہ قیامت بنکر

مِل گیا خاک میں کنبا علی اکبرؑ نہ رہا

ایسی پیوست ہوئی سینے میں برچھی کی انی

نہ رُکا خون کا دھارا علی اکبرؑ نہ رہا

چکیاں پیس کے پالا جسے اٹھارہ برس

وہ مرا راج دُلارا علی اکبرؑ نہ رہا

وہ سوئے دشت گیا شہؑ سے اجازت لیکر

اور بنا موت کا لقما علی اکبرؑ نہ رہا

جی میں آتا ہے کلیجے سے لگا لوں اُس کو

کتنی مجبور ہے ممتا علی اکبرؑ نہ رہا

رن میں جبریل کے رونے کی صدا آتی تھی

لب پہ تھا بس یہی نوحا علی اکبرؑ نہ رہا

کون جائے گا مدینے میں تجھے لینے کو

ہائے صغراؑ تیرا بھیّا علی اکبرؑ نہ رہا

یاد آئے گی سنیں گے جو اذانوں کی صدا

دل تڑپتا ہے ہمارا علی اکبرؑ نہ رہا

میں جسے دیکھ کے سیراب ہوا کرتی تھی

میری ممتا کا وہ سقّا علی اکبرؑ نہ رہا

اتنا پُر سوز رضاؔ ماں کا یہ نوحہ سُن کر

آنکھیں کرتی رہیں گریا علی اکبرؑ نہ رہا

روکے زینبؑ نے کہا

روکے زینبؑ نے کہالے کے بھرا گھر آئے

نصرتِ دیں کے لئے سبطِ پیمبر آئے

بھیج کر عون و محمدؑ کو یہ زینبؑ بولیں
میں بھی دیکھوں تو ذرا سامنے لشکر آئے

شہؑ سے بس وعدۂ طفلی تھا فقط اک سر کا
سر ہتھیلی پہ لئے اپنے بہتر آئے

حملے کرتے تھے جو حیدر پہ نبیؐ پر چھپ کر
سامنے شاہؑ کے کردار وہ کُھل کر آئے

سر پر اسلام کے چھائی رہے حق کی چادر
اس لئے اہلِ حرم رن میں کُھلے سر آئے

سب کو دھوکہ علی اکبر پہ پیمبر کا ہوا
رن میں اس شان سے ہم شکلِ پیمبر آئے

تشنگی دیکھ کے ہر موج تھی پانی پانی
تشنہ لب گھاٹ پہ جب ثانِیؑ حیدر آئے

دیکھ کر لاشۂ قاسمؑ کو یہ فروا بولیں
اس طرح رن سے کسی ماں کا نہ دلبر آئے

نصرتِ حق کے لئے حجت آخر کے لئے
باپ کی گود میں پیاسے علی اصغرؑ آئے

ایک کہرام تھا خیموں میں بپا تھا محشر
لاش اکبر کی لئے رن سے جو سرورؑ آئے

ٹوٹی جاتی ہے کمر شہؑ کی اٹھا کر لاشے
کوئی میدان سے زندہ تو پلٹ کر آئے

کربلا والوں کا غم ایسا ہے سُن کر جس کو
نام لیتے ہی رضاؔ آنکھ تری بھر آئے

دینِ اسلام کو بچایا ہے

دین اسلام کو بچایا ہے
شہؑ نے سجدے میں سر کٹایا ہے

ہائے مہماں بُلا کے امّت نے
ظلم آلِ نبیؐ پہ ڈھایا ہے

بولیں اکبرؑ کی لاش پر لیلیٰ
ہائے کیا دن مجھے دکھایا ہے

ماں نے رو رو کے لاشۂ قاسم
مثلِ نوشاہ کے سجایا ہے

رکھ لیا دل پہ ہاتھ اکبرؑ نے
زخم مادر سے یوں چھُپایا ہے

ماں نے اصغرؑ کے غم میں رو رو کر
خالی جھولا بہت جھلایا ہے

ہر طرف دشمنوں کے پہرے ہیں
موت کا ہر قدم پہ سایا ہے

بولیں زینبؑ قدم قدم پہ یہاں
اک نیا زخم دل پہ کھایا ہے

سب کے چہرے دھواں دُھواں سے ہیں
موت کا ہر قدم پہ سایا ہے

اپنے کڑیل جوان کا لاشہ
رن میں شبیرؑ نے اُٹھایا ہے

بولیں زینبؑ کنارا دریا کا
میرے غازی کو راس آیا ہے

ائے رضاؔ مدحِ شاہِ والا میں
دل نے کِتنا سکون پایا ہے

کیوں میرے اصغر کو مارا

تھا یہ مقتل میں بانو کا نوحا۔ہائے کیوں میرے اصغر کو مارا
مہلقہ تھامرا پیارا پیارا۔ہائے کیوں میرے اصغر کو مارا

کوئی منّت نہ اس کی بڑھائی مل گیا دل کو داغِ جدائی

کوئی ارمان بھی تو نہ نکلا۔ہائے کیوں میرے اصغرؑ کو مارا

اُس کو ڈھونڈوں کہاں اُس کو پاؤں روتے روتے یونہی مر نہ جاؤں
ہے کہاں میری آنکھوں کا تارا۔ ہائے کیوں میرے اصغر کو مارا

خونِ اصغرؑ کا منھ پر ملے تھے اور مقتل میں تنہا کھڑے تھے
رو رہے تھی م رے شاہِ والا۔ہائے کیوں میرے اصغر کو مارا

گلشن دل کی نازک کلی تھی شکل وصورت میں بالکُل علی تھی
جانِ مادر تھا وہ ماہ پارا۔ہائے کیوں میرے اصغر کو مارا

کوئی صحرا سے اس کو بلا دے ماں تڑپتی ہے اس کو بتا دے
ہم سے روٹھا ہے دلبر ہمارا۔ہائے کیوں میرے اصغرکو مارا

گود ویران میری ہوئی ہے مانگ بھی میری اُجڑی ہوئی ہے
موت نے کیوں نہیں مجھ کو مارا۔ ہائے کیوں میرے اصغر کو مارا

کتنا پیارا مرا مہلقہ تھا چاند بھی جس پہ حیرت زدہ تھا
فخرِ یوسُف تھا اصغرؑ ہمارا۔ہائے کیوں میرے اصغر کو مارا

مجھ سے کہتیں ہیں رو رو کے راتیں یاد آتی ہیں اصغرؑ کی باتیں
دل بہلتا نہیں اب ہمارا۔ہائے کیوں میرے اصغر کو مارا

ہائے جھولے سے خود کو گرا کر گرم ریتی پہ بھی مسکرا کر
ہنس رہا تھا مرا وہ دُلارا۔ہائے کیوں میرے اصغر کو مارا

زندگانی میں ہیں اب اندھیرے ہر طرف دشمنوں کے ہیں ڈیرے
موت کرتی ہے مجھ کو اشارا۔ہائے کیوں میرے اصغر کو مارا

شام و کوفہ کو جب قید ہوکر جارہی تھی وہ مجبور مادر
تھا زباں پر رضاؔ بس یہ نالا۔ہائے کیوں میرے اصغر کو مارا

اکبر بھی نہیں اصغرؑ بھی نہیں

مورے بھاگ سہاگ میں آگ لگی، اکبر بھی نہیں اصگر بھی نہیں
میں تو سو پن موتی لُٹائے چکی، اب آنچل میں کنکر بھی نہیں

رنبیر مورے رنبھومی میں تم سیس کٹائے سووت ہو
جنگل کے جھاڑ کریں سَن سَن مورے راج کنور تو ہے ڈر بھی نہیں

مورے سپن سلونے ٹوٹ گئے من میت مورے سب روٹھ گئے
من ایسے میں دھیرج کا پائے جب چین موہے پل بھر بھی نہیں

کرتی ہوں میں داتا سے بنتی اب موت مجھے بھی آ جائے
من جس سے بہلتا تھا مورا ننھا وہ مورا دلبر بھی نہیں

گھنگھور اندھیرے قید ما ہیں آشا کی کرن بھی دُرلبھ ہے
من سانجھ کو مورا تڑپت ہے اور چین موہے دن بھر بھی نہیں

ویران ہوئی دنیا موری جیون ما اُداسی چھائی ہے
سر پر نہ پتی کی ہے چھایا افسوس مورا اکبرؑ بھی نہیں

یہ کون سی دھرتی ہے جس پر ہر اور امانُش موت کے ہیں
سب اپنا راگ اَلاپے ہیں داتا کا انھیں کوئی ڈر بھی نہیں

کربل کی دہکتی ریتی پر دھر دھر کے کرجوا پر پتھر
بس نیر بہاوت ہے نینا تھمنے کا کوئی اَوسر بھی نہیں

مَن مورا وِچلت کربل میں اب خون کی ن یر بہاوت ہے
بِکھرے ہیں پریجن کے لاسے، لاسوں پہ کوئی چدّر بھی نہیں

یہ کھیل ودھاتا کا دیکھو بچے کو لئے شہؑ ہاتھن پر
دو بوند پھکت جل مانگِن تھا گاگر بھی نہیں ساگر بھی نہیں

بیمار مُورا عابدؑ کیسے منجدھار میں نیّاَ کھیوے گا
نیّا کو سنبھالیَ کی کھاتر ماجھی بھی نہیں لنگر بھی نہیں

یہ دیکھ کے مورے ہردَے ما اُٹھتی ہیں جُوالا کی ل پٹیں
اک رات کی بیاہی تڑپت ہے کبرا کا وہ پیارا وَر بھی نہیں

وہ خیمے جس میں رہتے تھے سب بھینٹ ہوئے ہیں اگنی کیہر اُور
کُھلا آکاش ہے اب تکیہ بھی نہیں بِستر بھی نہیں

یہ کون سے مُسلم ہیں جن کے ہردئے میں تنِک کرونا نہ دیا
من میں ہے نہ پیڑا دُکھیوں کی اور احمد کا آدر بھی نہیں

کہتی ہے یہ دُلھن کی ماتا اِی کیسا بِیاہ رَچائن ہے
مہندی بھی نہیں سِہرا ابھی نہیں کنگن بھی نہیں جھومر بھی نہیں

اس کشٹ بھرے سنسار ما جو ہم سب کا بیڑا پار کرے
شہ جیسا رضاؔ اس دھرتی پر کوئی در بھی نہیں رہبر بھی نہیں

بیٹا علی اصغرؑ بیٹا علی اصغرؑ

شبیرؑ کا تھا تربتِ بے شیر پہ نوحا بیٹا علی اصغرؑ بیٹا علی اصغرؑ
پائے گی کہاں ماں ترا معصوم سا چہرا ۔ بیٹا علی اصغرؑ بیٹا علی اصغرؑ

کہتے تھے یہی حضرتِ شبیرؑ تڑپ کر اے میرے گل ترائے میرے گل تر
اس شان سے دنیا میں کوئی پھول نہ مہکا ۔ بیٹا علی اصغرؑ بیٹا علی اصغرؑ

یاد آئیں گے تجھ کو مرے معصوم اشارے چین آئے گا کیسے چین آئے گا کیسے
ماں دیکھ کے روئے گی وہ خالی تیرا جھولا ۔ بیٹا علی اصغرؑ بیٹا علی اصغرؑ

دیکھی نہ گئی اس سے تری حالتِ زاری غش میں ہے بیچاری غش میں ہے بیچاری
تڑپے گی تری یاد میں ہر وقت سکینا۔ بیٹا علی اصغرؑ بیٹا علی اصغرؑ

ائے نورِ نظر باپ کے مادر کے دُلارے اے ہنسلیوں والے ائے ہنسلیوں والے
تم سے تھا ہر اک وقت میرے گھر میں اُجالا ۔ بیٹا علی اصغرؑ بیٹا علی اصغرؑ

تر ہو گئی تربت تری آنسو وہ بہائے غربت کے ہیں سائے غربت کے ہیں سائے
اشکوں کے گلوں سی ت ری تربت کو سجایا۔ بیٹا علی اصغرؑ بیٹا علی اصغرؑ

جھولے سے گرے تپتی ہوئی ریت پہ آکر ہل من کی صدا پر ہل من کی صدا پر
تونے سرِ مقتل مری ہمت کو بڑھایا ۔ بیٹا علی اصغرؑ بیٹا علی اصغرؑ

کہتی ہے سکینہؑ میرا بیشیر کہاں ہے اندھیر جہاں ہے اندھیر جہاں ہے

کس طرح بتاؤں اُسے یہ حال تمھارا ۔ بیٹا علی اصغرؑ بیٹا علی اصغرؑ

کس طرح سے یہ باپ ترا دِل کو سنبھالے اے دل کے اُجالے اے دل کے اُجالے
اب ہے مری آنکھوں میں اندھیرا ہی اندھیرا ۔ بیٹا علی اصغرؑ بیٹا علی اصغرؑ

دن رات رضاؔ آپکا مصروفِ ثنا ہے سب اُس کا صِلا ہے سب اُسکا صلا ہے
جنت میں بھی ہوگا مرے لب پر یہی گریا بیٹا علی اصغرؑ بیٹا علی اصغرؑ

دریا سے چلے آؤ عباسؑ

کہتی تھیں یہ زینبؑ اے بیٹا دریا سے چلے آؤ

عباسؑ

بچے ہیں لئے خالی کوزا دریا سے چلے آؤ عباسؑ

کس میں تھی بھلا اتنی ہمت دیتا جو ہمیں کوئی زحمت
کوئی جو یہاں تم سا ہوتا دریا سے چلے آؤ عباسؑ

جلتے ہوئے خیموں کی لپٹیں بولو تو کہاں تک ہم جھیلیں
ہوگا نہ کوئی بے بس ہم سا دریا سے چلے آؤ عباسؑ

روتے ہیں یہاں سارے بچے اُن کو میں دلاسا دوں کیسے
کوئی بھی نہیں ناصر اپنا دریا سے چلے آؤ عباسؑ

پانی کی اذیّت سہہ سہہ کے روتے ہیں سبھی پیاسے بچے
پیاسوں پہ ترس کھاؤ تھوڑا دریا سے چلے آؤ عباسؑ

ہر سو ہیں یہاں بس ظلم وستم گھبرا کے کہیں مرجائیں نہ ہم
دیکھو تو یہ منظر آ کے ذرا دریا سے چلے آؤ عباسؑ

ہاتھوں میں رسن ہر وقت یہاں اور گردن میں ہے طوق گراں
مشکل ہے بہت رستہ چلنا دریا سے چلے آؤ عباسؑ

کانوں سے چھنے ہیں یوں گوہر غش میں ہے پڑی بنتِ سرورؑ
کچھ حال تو پوچھو اس کا ذرا دریا سے چلے آؤ عباسؑ

بے شیر کا جھولا جلتا ہے دل ہم سے تڑپ کر کہتا ہے
بہتر تھا ہمارا مر جانا دریا سے چلے آؤ عباسؑ

سنتے ہیں لُٹے گی اب چادر آتے ہیں لعینوں کے لشکر
دشمن کو تمھارا ہی ڈر تھا دریا سے چلے آؤ عباسؑ

اِک خوف دلوں پر ہے طاری ہر سانس ہوئی ہم پر بھاری
ہر دل ہے رضاؔ گریہ کرتا دریا سے چلے آؤ عباسؑ

چچا کو بلا دو ترائی سے جا کر

سکینہؑ پدر سے یہ کہتی تھی روکر چچا کو بلا دو ترائی سے جا کر
گئے ہیں وہ دریا بھتیجی سے مل کر چچا کو بلا دو ترائی سے جا کر

چچا نے یہ ہم سب سے وعدہ کیا تھا یہ ٹوٹے دلوں کو دلاسہ دیا تھا
کہ پانی پلائیں گے دریا سے آکر چچا کو بلا دو ترائی سے جا کر

جو پیاسے ہیں اُنکو میں منھ کیا دکھاؤں کہاں تک میں اُن کو دِلاسے دلاؤں
کہ ہوگا تمھارا یہ احسان مجھ پر چچا کو بلا دو ترائی سے جا کر

میں اپنے چچا کی بہت لاڈلی ہوں کہ میں زیرِ سایہ انھیں کی پلی ہوں
چچا چاہتے ہیں مجھے حد سے بڑھ کر چچا کو بلا دو ترائی سے جا کر

میں وہ پھول ہوں جو کہ بن باغباں کے اُٹھاتے اُٹھاتے ستم اس جہاں کے
کہیں شاخ سے آ نہ جاؤں زمیں پر چچا کو بلا دو ترائی سے جا کر

تمھیں سب پتہ ہے جو حالت ہے میری ترس کھاؤ کچھ تو سکینہؑ پہ اپنی
چلے آؤ بابا انھیں ساتھ لیکر چچا کو بلا دو ترائی سے جا کر

سکینہؑ سے اُس کا چچا دور جائے کبھی مجھکو یارب نہ وہ دن دکھائے
رہے پھول جیسے چمن سے بچھڑ کر چچا کو بلا دو ترائی سے جا کر

بغیر اُنکے ہوگا نہ اپنا گزارا سکوں جب ہی پائے گا یہ دل ہمارا
چچا جب لگائیں گے سینے سے آکر چچا کو بلا دو ترائی سے جا کر

اُنھیں ہر بلا سے بچانا خدارا یہ کیوں آج دل ہے پریشاں ہمارا
مری ہر تمنّا ہے قربان اُن پر چچا کو بلا دو ترائی سے جا کر

اُنھیں لینے دریا نہیں کوئی جاتا کوئی راستہ بھی نہیں ہے بتاتا
اُنھیں ڈھونڈوں آخر میں کس سمت جا کر چچا کو بلا دو ترائی سے جا کر

گئے تھے وہ مشک و علم لے کے دریا ابھی تک نہ پلٹے یہ آخر ہوا کیا
خدا جانے گزری ہے کیا اُن کے دل پر چچا کو بلا دو ترائی سے جا کر

شہادت کا اُنکی یقیں کیسے آئے ابھی تو مجھے تھے گلے سے لگائے
ابھی تو گئے تھے سکینہؑ سے مِل کر چچا کو بلا دو ترائی سے جا کر

میں ہاتھوں کو اُنکے گلے سے لگا لوں میں اُنکا علم اپنے سر پر سجا لوں
سنا ہے وہ سوئے ہیں شانے کٹا کر چچا کو بلا دو ترائی سے جا کر

یہ بی بی سکینہؑ کا پُر درد نالہ رضاؔ رو رہا ہے ہر اک سُن نے والا
یہی کہہ رہا ہے ہر اک اشک بہہ کر چچا کو بلا دو ترائی سے جا کر

یہ بولیں زینبؑ دلگیر سُونے کربل میں

یہ بولیں زینبؑ دلگیر سُونے کربل میں
ہو کچھ اُجالے کی تدبیر سونے کربل میں

کہاں تلاش کریں ہائے ہم سکینہؑ کو
کہاں ہے دخترِ شبیرؑ سُونے کربل میں

مرے حسینؑ تری پیاس یاد آتے ہی
ہے نوحہ گر تری ہمشیر سُونے کربل میں

یقین ہوگا کسے بے ردا جو دیکھا گا
ہمیں ہیں وارثِ تطہیر سُونے کربل میں

یہ شہرِ ظلم ہے تنہا نہ جاؤ دور کہیں
یہ بولیں مادرِ دلگیر سُونے کربل میں

لپٹ کے روئیں گے تا حشر پائے عابدؑ سے
تڑپ کے کہتی تھی زنجیر سُونے کربل میں

سکون پائے بھلا کیسے لاشۂ عباسؑ
ہے نوکِ نیزہ پہ شبیرؑ سُونے کربل میں

نہ جانے ڈھونڈتا ہے کیا زمیں پہ نیزوں سے
ارے یہ لشکرِ بے پیر سُونے کربل میں

جو کربلا میں قیامت بپا ہوئی ہم پر
نہ ہو کسی کی یہ تقدیر سُونے کربل میں

اُڑی اُڑی سی ہے رنگت ہر ایک چہرے کی
یہ اِس زمیں کی ہے تصویر سُونے کربل میں

دہل کے موت کی گودی میں سو گئے بچے
چلی وہ ظلم کی شمشیر سُونے کربل میں

نہ صرف قاسمِؑ نوشاہ بلکہ اکبر بھی
ہیں دونوں موت کی تصویر سُونے کربل میں

رضاؔ نے لکھ دیا نوحہ بہا کئے آنسو
مِلی ہے خلد کی جاگیر سُونے کربل میں

میرے قاسمؑ کو نیند آ گئی ہے

رن میں کہتی تھی یہ اُمِ فروہ میرے قاسمؑ کو نیند آ گئی ہے
اُسکا آیا ہے ٹکڑوں میں لاشا میرے قاسمؑ کو نیند آ گئی ہے

سانس گُھٹتی ہے سینے کے اندر مجھ پہ ٹوٹا ہے اِک قہر بن کر
سوئے میدان قاسمؑ کا جانا میرے قاسمؑ کو نیند آ گئی ہے

جب سے دیکھا ہے قاسمؑ کا لاشا ہے عجب حال کُبراؑ کے دل کا
ہوگا کیسے اب اُس کا گزارا میرے قاسمؑ کو نیند آ گئی ہے

دیکھ کر میں جس کو جی رہی تھی جام ممتا کے میں پی رہی تھی
میرا لختِ جگر ماہ پارا میرے قاسمؑ کو نیند آ گئی ہے

اُس کا چہرہ نظر میں بسا ہے ہر گھڑی دل اسی میں لگا ہے
چکیاں پیس کر جس کو پالا میرے قاسمؑ کو نیند آ گئی ہے

جس کی شادی کا دل میں تھا ارماں ، ہوگیا موت کا اُس کی ساماں

ختم ہو جائے میرا بھی قصّا،میرے قاسمؑ کو نیند آ گئی ہے

کیا کرے گی وہ مجبور مادر جس کا کڑیل جواں زخم کھا کر
سو گیا جا کے مقتل میں پیاسا میرے قاسمؑ کو نیند آ گئی ہے

کیسے داغِ جدائی سہے گی کیسے بچے کے بن ماں رہے گی
ہائے ظالم نے یہ بھی نہ سوچا میرے قاسمؑ کو نیند آ گئی ہے

اس طرح ہے غموں کی روانی بوجھ لگتی ہے اب زندگانی
ذائقہ زندگی کا ہے پھیکا میرے قاسمؑ کو نیند آ گئی ہے

گر مدینے میں صغرؑا نے پوچھا ہے کہاں شیر سا میرا بھیّا
کیا بتاؤں گی اُس سے بہانا میرے قاسمؑ کو نیند آ گئی ہے

آج بھی ہیں رضاؔ ایک ماں کے غم میں ڈوبے یہ پُر درد نالے
مومنوں کے لبوں پر ہے گریا میرے قاسمؑ کو نیند آ گئی ہے

تھا گنجِ شہیداں میں فروہ کا نوحہ

تھا گنجِ شہیداں میں فروہ کا نوحا ۔مرے لال قاسم مرے لال قاسم
بنایا تھا میں نے ابھی تم کو دولھا ۔مرے لال قاسم مرے لال قاسم
میں زندہ تھی تیرے لئے زندگی میں ۔مری ہر خوشی تھی تری ہر خوشی میں
سہارا تھا ماں کو ترے دم سے بیٹا ۔مرے لال قاسم مرے لال قاسم
تجھے راس آئی نہیں نوجوانی نہ تجھ کو ملا مرتے دم ہائے پانی
رہے گا یہ رنج و الم اور صدما۔ مرے لال قاسم مرے لال قاسم
اِن آنکھوں میں آنسو مسرت کے آتے ۔چچا تیرے سر پر جو سہرا سجاتے
مرے گھر میں اپنی دُلھن ساتھ لاتا۔مرے لال قاسم مرے لال قاسم
مرے دل کی دُنیا میں اب بے کلی ہے۔تڑپنا سِسکنا مری زندگی ہے
کہ آنکھوں میں چھایا ہوا ہے اندھیرا۔مرے لال قاسم مرے لال
قاسم
رگوں میں تری مصطفیٰ کا لہو تھا ۔کہ صورت میں تو مرتضیٰ ہو بہو تھا
بس اِک پل میں ازرق کو تو نے پچھاڑا۔مرے لال قاسم مرے لال قاسم
یہ جب سے تمہاری شہادت ہوئی ہے ۔دُلہن کی یہاں غیر حالت ہوئی ہے

گلے سے لگائے ہے اُس کو سکینہ ۔مرے لال قاسم مرے لال قاسم

وطن سے یہ صغرا نے خط میں لکھا ہے۔مرے بھائی قاسم کے سہرا بندھا ہے

سُنا ہے دلہن بن کے آئی ہے کبرا۔مرے لال قاسم مرے لال قاسم

مری حسرتوں پر پھرا ایسا پانی ۔مری مانگ سونی مری گود اُجڑی

مری زندگی کا یہی ہے خلاصا۔مرے لال قاسم مرے لال قاسم

مقدر میں اُس کے خدا جانے کیا ہے۔ابھی تو کلائی میں کنگنا بندھا ہے

میں اِک شب کی بیاہی کو کیا دوں دلاسا۔مرے لال قاسم مرے لال قاسم

مقدر نے ہم کو یہ کیا دن دِکھائے ۔کہ جی بھر کے ہم تم کو روبھی نہ پائے

کہ آیا ہے ٹکڑوں میں لاشہ تمھارا۔مرے لال قاسم مرے لال قاسم

رضاؔ جب کبھی یاد آتا ہے ہم کو ۔بہت خوں کے آنسو رُلاتا ہے ہم کو

وہ بیٹے کی میّت پہ مادر کا کہنا ۔مرے لال قاسم مرے لال قاسم

اندھیروں نے ڈرایا ہوگا

جب بھی زِنداں کے اندھیروں نے ڈرایا ہوگا
ماں نے آنچل میں سکینہؑ کو چُھپایا ہوگا

جب تصور میں سُنی ہوگی صدا اصغر کی
ماں نے جھولے کی طرف ہاتھ بڑھایا ہوگا

غم کی شِدت سے کمر ٹوٹ چکی تھی شہؑ کی
کس طرح لاشۂ اکبرؑ کو اُٹھایا ہوگا

خُشک ہونٹوں پہ زباں پھیر کے پانی مانگا
اِس تصوّر نے بہت ماں کو رُلایا ہوگا

بعدِ شبیر چلی ہوگی ستم کی آندھی
ہائے بیمار نے کس کس کو بچایا ہوگا

سوچیے کیا دل عباس پہ گزری ہوگی
تیر جو مشک پہ اعدا نے چلایا ہوگا

شہؑ کی آنکھوں سے بہے ہوں گے لہو کے قطرے
جس گھڑی بچوں کو تربت میں لِٹایا ہوگا

جب گیا ہوگا سوئے دشت یتیمِ شبّرؑ

ماں نے رو رو کے کلیجے سے لگایا ہوگا

بے ردا شام کی گلیوں میں سکینہ ہوگی
اور بازار میں ہر شخص پرایا ہوگا

ایک کہرام مچا ہوگا سکینہ کے لئے
حکم زنداں میں رہائی کا جو آیا ہوگا

دل میں صُغرا کے بپا ایک قیامت ہوگی
جب کسی گود میں اصغر کو نہ پایا ہوگا

اور بھی درد اُٹھا ہوگا دلِ زینبؑ میں
مدتوں بعد جو گھر سامنے آیا ہوگا

کتنا بے چین ہوئے ہوں گے مدینے والے
حال زنداں کا جو زینب نے سُنایا ہوگا

اُس کو محشر میں رضاؔ دیں گے سہارا حیدرؑ
تعزیہ جس نے محرم میں سجایا ہوگا

میّت حسنؑ حسینؑ پدر کی اُٹھاتے ہیں

میّت حسنؑ حسینؑ پدر کی اُٹھاتے ہیں
اہلِ مدینہ خاک سروں پر اڑاتے ہیں

کہتی ہے ایک ایک سے کلثوم کیا کروں
امّاں کی طرح چھوڑ کے بابا بھی جاتے ہیں

دیکھو عجیب حال ہے ام البنین کا
قابو میں دل نہیں ہے قدم ڈگمگاتے ہیں

اکیسویں کو دین کا سورج ہوا غروب
تاریکیوں کے سائے ہراک دل پہ چھاتے ہیں

صدمہ ہے جبرئیل کو پوچھو نہ کس قدر
آقا پہ اپنے خون کے آنسو بہاتے ہیں

عباسؑ بولے ماں سے کہ بابا سے پوچھئے
یہ تو بتائیں کس پہ ہمیں چھوڑ جاتے ہیں

غم کی سیاہ آندھیاں اُٹھتی ہیں چار سو
آثار کائنات کے پھر ڈگمگاتے ہیں

دنیا کہاں سے لائے گی اب آپ کی مثال
قاتل کو اپنے ہاتھ سے شربت پلاتے ہیں

جاتے ہوئے جنازے کو دیکھا تو رو پڑیں
مرغابیوں میں بین ہے رزّاق جاتے ہیں

مولا علیؑ ہیں دین کی کشتی کے نا خدا
منجدھار سے سفینے کو ساحل پہ لاتے ہیں

قسمت ہے جن کی اچھی وہی جاتے ہیں نجف
جو دور ہیں وہ اشکوں کی چادر چڑھاتے ہیں

سوئے ہوئے نصیب جگانے کے واسطے
مولا نجف سے ہند میں تشریف لاتے ہیں

جو بابِ شہرِ علم ہے پہلا امام ہے
ہم اُس علی کی یاد میں آنسو بہاتے ہیں

آنسو بہا کے شاہؑ پہ تسکین ملتی ہے
دنیا کے غم رضؔا مجھے جب بھی ستاتے ہیں